احمدی نوجوانوں کیلئے
ماھنامہ خالد ربوہ
مئی ۱۹۹۵ء
ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

سال ۹۴-۱۹۹۳ء میں حسن کارکردگی کے لحاظ سے مجلس خدام الاحمدیہ علاقہ سندھ اوّل قرار پائی۔
مکرم ملک مبشر احمد صاحب قائد علاقہ سندھ محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب امیر مقامی سے انعامی شیلڈ حاصل کر رہے ہیں۔
(فوٹو ۲ر اپریل ۱۹۹۵ء)

سال ۹۴-۱۹۹۳ء میں حسن کارکردگی کے لحاظ سے مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی اوّل قرار پائی۔ مکرم چوہدری منیر احمد صاحب قائد ضلع کراچی محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب امیر مقامی سے انعامی شیلڈ حاصل کر رہے ہیں۔
(فوٹو ۲ر اپریل ۱۹۹۵ء)

(ایڈیٹر)
سید مبشر احمد ایاز

پبلشر: مبارک احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد
دارالصدر جنوبی - ربوہ

فہرست مضامین

دوسری قدرت۔ دائمی ہے۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی

کم از کم ایک ہزار سال تک جماعت میں خلافت قائم رہے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرکے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو' اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے۔ جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے۔ جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو......

خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشاء ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پاکر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔"

(الوصیت صف ۷ تا ۹ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۳۰۵ تا ۳۰۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے فرمایا:۔

"آئندہ انشاء اللہ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہے کوئی بدخواہ اب ...... (خلافت احمدیہ) کا بال بیکا نہیں کر سکتا اور جماعت اسی شان سے ترقی کرے گی۔ خدا کا یہ وعدہ پورا ہوگا کہ کم از کم ایک ہزار سال تک جماعت میں خلافت قائم رہے گی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ جون ۱۹۸۲ء مطبوعہ الفضل ۲۰۔ جون ۱۹۸۲ء صفحہ ۸)

کلام الامام ـــ امام الکلام

یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کردے گا

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کردے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر یقین رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٔ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔

خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔

اے سننے والو سنو! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم اسی کے ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو، نہ آسمان میں نہ زمین میں، ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں، کوئی صفت بھی معطّل نہیں اور نہ کبھی ہوگی"۔

(الوصیۃ صفحہ ۱۱، روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۳۰۹)

چادر سروں پہ کوئی تو اے آسمان دے
سایہ اگر نہیں ہے تو سورج ہی تان دے

بیدار پانیوں کے کنارے مکان دے
داتا نئی زمین نیا آسمان دے

صدیوں کو تو زبان دی لمحہ عطا کیا
لمحہ بھی بولتا ہے اسے بھی زبان دے

برداشت ہوسکیں گے نہ فرقت کے فاصلے
دنیا ہے کچھ تو تربتوں کے درمیان دے

سورج بکھیر دے میرے اندر صفات کے
اس دھوپ میں بھی روشنی کے سائبان دے

جس پر لکھے ہوئے ہوں صحیفے وصال کے
عہدِ غمِ فراق کو ایسی چٹان دے

ایسا نہ ہو کہ پھر کہیں ہو جائیں قلعہ بند
ہم لامکانیوں کو نہ کوئی مکان دے

لفظوں کے لب پہ حرفِ تمنا نہ آئے گا
اے عہد کے کلیم انہیں ترجمان دے

انکار کے بھنور میں ہے کشتی پھنسی ہوئی
باد مراد عشق کوئی بادبان دے

یہ عہدِ نو جو پیدا ہوا ہے ابھی ابھی
اٹھ اور اس کے کان میں مضطر اذان دے

(پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب)

وقفِ عارضی کی اہمیّت

ارشادات خلفاءِ سلسلہ احمدیہ کی روشنی میں!

(مرسلہ :- محمد انور صاحب۔ ربوہ)

ارشاد ربانی ہے:-

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران آیت ۱۰۵)

ترجمہ:- اور تم میں ہمیشہ ایک ایسا گروہ موجود ہونا چاہیئے جو لوگوں کو بھلائی اور نیکی کے کاموں کا حکم دیتا رہے اور انہیں برائیوں سے روکتا رہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا ارشاد

"چاہیئے کہ ایسے آدمی منتخب ہوں جو تلخ زندگی کو گوارہ کرنے کے لئے تیار ہوں اور ان کو باہر متفرق جگہوں میں بھیجا جائے بشرطیکہ ان کی اخلاقی حالت اچھی ہو اور تقویٰ اور طہارت میں نمونہ بننے کے لائق ہوں۔ مستقل، راست قدم اور بردبار ہوں اور ساتھ ہی قانع ہوں اور ہماری باتوں کو فصاحت سے بیان کرسکتے ہوں۔ مسائل سے واقف اور متقی ہوں کیونکہ متقی میں ایک قوت جاذبہ ہوتی ہے۔ وہ آپ جاذب ہوتا ہے۔ وہ اکیلا رہتا ہی نہیں............ اور جو اس راہ میں مرجائیں گے تو وہ خدا کی راہ میں قربان ہونے کا درجہ پائیں گے"۔

(ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۴۱۵)

پانچ ہزار واقفین کی ضرورت

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں:-

"جماعت کو بڑے زور کے ساتھ اس طرف متوجہ کرتا چاہتا ہوں کہ مجھے کم از کم پانچ ہزار واقفین کی

ضرورت ہے جو ہر سال دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں"۔

(خطبہ جمعہ الفضل ۱۹ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵)

وقف عارضی کے متعلق جماعت کی ذمہ داری

پھر فرماتے ہیں:۔

"جماعت یا تو مجھے ایک ہزار مربی دے (یعنی ایسے ۱۵ ہزار بچے مجھے دے دے جنہیں تربیت دے کر مربی بنایا جائے) اور یا ضرورت کے مطابق واقفین عارضی مہیا کرے.........اگر آپ مجھے واقفین نہیں دیں گے یا خود وقف کے لئے آگے نہیں آئیں گے تو اللہ تعالیٰ اور سامان کر دے گا لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے کیوں محروم ہو رہے ہیں"۔

(خطبہ جمعہ الفضل ۲ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵)

امراء اضلاع اور وقف عارضی

پھر فرمایا:۔

"......امراء اضلاع کو اس طرح فوری توجہ دینی چاہیئے......امراء اضلاع جماعت کے مستعد اور مخلص احباب کو اپنی ذمہ داری کی طرف متوجہ کریں تا زیادہ سے زیادہ احمدی اس مقصد (وقف عارضی۔ ناقل) کے پیش نظر اور خدمت..... (دین حق) کے لئے اپنے وقت کا ایک تھوڑا اور حقیر سا حصہ پیش کریں"۔

(خطبہ جمعہ الفضل ۱۳ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۳)

طالب علم اور وقف عارضی

پھر فرمایا:۔

"میں طالب علموں کو خاص طور پر کہتا ہوں کہ چونکہ گرمیوں کی چھٹیاں آ رہی ہیں وہ ضرور وقف عارضی پر جائیں۔ ان کا علم بڑھے گا۔ جہاں وہ جائیں گے وہاں کے لوگوں کے لئے انہیں نمونہ بننے کی کوشش کرنی پڑے گی اور اگر نوجوان ان کے لئے نمونہ بنیں گے تو ان پر بڑا اثر ہو گا کہ چھوٹی عمروں والے اس قسم کا کام کر رہے ہیں"۔ (روزنامہ الفضل ۱۲ فروری ۱۹۷۷ء)

وکلاء اور وقف عارضی

"بعض ایسے پیشے والے ہیں جن کو ان دنوں چھٹیاں ہوتی ہیں مثلاً بعض عدالتیں بند ہو جاتی ہیں۔ وہاں جو احمدی وکالت کا کام کرتے ہیں وہ بھی اپنی زندگی کے چند ایام اشاعت علوم قرآنی کے لئے وقف کر سکتے ہیں"۔ (خطبہ جمعہ الفضل اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۴)

کالج کے پروفیسر، سکول کے اساتذہ اور وقف عارضی

"اسی طرح کالجوں کے پروفیسروں اور لیکچرار، سکولوں کے اساتذہ، کالجوں کے سمجھدار طلبہ بھی اپنی رخصتوں کے ایام اسی منصوبہ کے ماتحت کام کرنے کے لئے پیش کریں۔ سکولوں کے بعض طلباء بھی اس قسم کے بعض کام کر سکتے ہیں کیونکہ سکولوں کے بعض طلباء ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی صحت اور عمر کے لحاظ سے اس قابل ہوتے ہیں کہ اس قسم کی ذمہ داریاں ادا کر سکیں۔ ان کو بھی اپنے نام اس تحریک کے سلسلہ میں پیش کر دینے چاہئیں بشرطیکہ وہ اپنا خرچہ خود برداشت کر سکیں"۔

(خطبہ جمعہ الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۲)

گورنمنٹ کے ملازمین اور وقف عارضی

"جو دوست گورنمنٹ کے یا کسی ادارہ کے ملازم ہیں ان کو سال میں کچھ عرصہ کی رخصتوں کا حق ہوتا ہے۔ وہ اپنی یہ رخصتیں اپنے لئے یا اپنوں کے لئے لینے کی بجائے اپنے ربّ کے لئے حاصل کریں اور انہیں اس منصوبہ کے ماتحت خرچ کریں"۔ (الفضل ۱۳ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۳)

اہل ربوہ اور وقف عارضی

"ربوہ میں مکان بنوانے والوں کے لئے کچھ شرائط ہوں گی، جن کی پابندی لازمی ہوگی۔ مثلاً ربوہ میں مکان بنانے والوں اور دوکانیں کھولنے والوں کے لئے یہ بات لازمی ہوگی کہ وہ سال میں ایک ماہ خدمت دین کے لئے وقف کریں۔ جو شخص دینی خدمت کے لئے سال میں ایک ماہ نہیں دے گا اسے ربوہ میں رہنے کی ضرورت نہیں"۔ (ارشاد حضرت مصلح موعود بر موقعہ جلسہ سالانہ۔ الفضل ۱۶ اپریل ۱۹۴۹ء)

ہر احمدی وقف عارضی کرے!

"مربیوں کو چاہیئے اور عام عہدیداران کو بھی چاہیئے بلکہ ہر احمدی کو چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کو بھی اور اپنے بھائی کو بھی یہ تلقین کرے کہ وہ وقف عارضی میں شامل ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ایک قربانی کی راہ ہے اور یہ راہ تنگ ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ قربانی کی راہوں پر چلے بغیر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل نہیں کر سکتے"۔ (الفضل ۲۷ اگست ۱۹۶۹ء صفحہ ۵)

واقفین کا کام

(۱) تعلیم القرآن کو منظم کرنا۔ (۲) غافل افراد کو چست کرنا (۳) باہمی جھگڑوں کو نپٹانا (۴) ملکی پیداوار بڑھانے کی ترغیب دینا (۵) عام بیداری اور جماعتی کاموں میں دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کرنا (۶) تربیت اور اصلاح و ارشاد کی طرف توجہ دلانا (۷) چندوں کی بروقت ادائیگی کی تلقین کرنا (۸) اپنا کھانا خود تیار کرنا۔ مجبوری کی صورت میں اجرت دے کر تیار کروانا (۹) احباب جماعت کو تحریک وقف عارضی کے متعلق آگاہ کرنا۔ انہیں شمولیت کی دعوت دینا۔

اعزاز

برادرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر ابن محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے امسال پاکستان کا اعلیٰ طبی امتحان "ایف سی پی ایس" پارٹ ون پاس کیا ہے۔ آپ نے یہ امتحان میڈیسن اینڈ الائیڈ" (MEDICINE AND ALLIED) میں دیا تھا۔ مکرم ڈاکٹر صاحب فضل عمر ہسپتال ربوہ کے شعبہ میڈیسن میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی مرکزی عاملہ میں مہتمم صنعت و تجارت ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے یہ کامیابی مزید کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین

(مدیر "خالد")

قسط دوم

بائبل ایک نظر میں!

(مقالہ نگار:۔ مکرم شیخ عبدالقادر صاحب)

قارون کب تباہ ہوا؟

تورات میں داتان، ابی رام اور قورح (قارون) کی بغاوت کا ذکر ہے۔ خروج مصر کے بعد ان پر خدا تعالیٰ کا غضب نازل ہوا۔ یہ تینوں باغی اور ان کے ساتھی بیابان میں زمین میں دھنس گئے۔ (گنتی ۳۱،۳۲/۱۶)

زبور میں صرف داتان اور ابی رام کے خسف فی الارض کا ذکر ہے قارون کا نہیں (زبور ۱۰۶/۱۷)۔

گویا قورح یعنی قارون کی ہلاکت اس سے قبل ہو چکی تھی۔ قرآن حکیم میں ہے کہ قارون مصر میں ہی خسف فی الارض کے عذاب سے ہلاک ہو گیا تھا۔ پیکس بائیبل کومنٹری کے ۱۹۶۳ کے ایڈیشن میں ہے کہ تورات کا بیان تین کہانیوں اور دو مختلف اوقات میں برپا ہونے والی بغاوتوں کا ملغوبہ ہے۔

The chapter contains three interwoven accounts of two rebellions against the authority of of Moses and Aaron 223 (a)

ظاہر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں جو تورات کا نسخہ تھا اس میں خروج مصر کے بعد قارون (قورح) کی ہلاکت کا ذکر نہیں تھا۔ قورح یا قارون خروج سے پہلے ہلاک ہو گیا...؟ یہ امر ابھی تک علماء بائیبل کی نظروں سے مخفی ہے۔

فرعون کی غرقابی

تورات میں فرعون کی غرقابی کا کوئی ذکر نہیں۔ اس کی بجائے جنود فرعون کی غرقابی کا ذکر ہے (خروج ۲۶،۳۱/۱۴) زبور میں ہے:۔

"اور فرعون کو مع اس لشکر کے سمندر میں غرق کردیا (زبور ۱۵/۱۳۶)

گویا حضرت داؤد علیہ السلام کی تورات میں فرعون کی غرقابی کا واضح ذکر موجود تھا۔

حضرت سلیمان اور تورات

اسی طرح حضرت سلیمان کے ہاتھ میں جو تورات تھی وہ موجودہ تورات سے مختلف تھی۔ تورات میں مثیل موسیٰ کی عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ اس پیشگوئی میں بھی تحریف ہو چکی ہے۔ صحیح متن کی تعیین کے لئے زبور اور حضرت سلیمان کے کلام سے مدد ملتی ہے کیونکہ ان دونوں پیغمبروں نے تورات کی پیشگوئی کو دہرایا ہے۔ مثلاً نئے اردو تراجم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصیت کے الفاظ ہیں:-

"وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا"

یہاں لاکھوں کے لئے عبرانی لفظ "ربوتہ" ہے۔ یہ لفظ دس ہزار کی جمع ہے۔ اس لئے تراجم میں اختلاف ہے۔ کبھی دس ہزار اور کبھی دس ہزاروں یعنی لاکھوں ترجمہ کیا جاتا ہے۔ حضرت سلیمان نے اس پیشگوئی کو یوں دہرایا ہے:-

"وہ دس ہزار میں جھنڈے کی طرح کھڑا ہوتا ہے۔(غزل الغزلات ۵/۱۰)۔ (آج کل بائیبل میں یہ ترجمہ ہے۔ "وہ دس ہزار میں ممتاز ہے"۔)

یہاں عبرانی لفظ "رببہ" ہے۔ جس کے معنی صرف دس ہزار کے ہیں۔ فرمایا وہ "رببہ" میں "دجول" ہے یعنی ان میں جھنڈے کیطرح کھڑا ہے۔ علماء بائیبل نے ۱۹۷۶ء میں GOOD NEWS BIBLE کے نام سے ایک نیا ترجمہ شائع کیا۔ اس میں استثناء ۳۳/۲۰ کے حوالہ میں لاکھوں کی بجائے TEN THOUSAND ترجمہ کیا گیا۔ حاشیہ میں لکھا ہے کہ غالباً یہاں دس ہزار ہی ہونا چاہیئے۔ یہی صحیح ہے۔ گویا اصل متن میں دس ہزار واحد تھا نہ کہ جمع۔ اسی طرح تورات کا حوالہ محاورۃً زبور ۹۱/۷ میں دہرایا گیا:-

"دس ہزار تیرے داہنے ہاتھ کی طرف گر جائیں گے"

ظاہر ہے لاکھوں کی بجائے دس ہزار والا متن درست ہے۔

تورات اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام

جب حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائے تو ان کے سامنے تورات کا مخدوش متن تھا۔ آپ کے ماننے والوں نے اس بات کو اول فتنہ کے ڈر سے مخفی رکھا کہ تورات کے متن میں انسانی ہاتھ نے دستبرد کی ہے۔ انہوں نے کہا حضرت مسیح چونکہ خدا تعالیٰ کے صادق نبی تھے آپ کے پاس وہ معیار تھا جو حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے مثلاً خدا تعالیٰ اور اس کے نبیوں کی شان کے خلاف باتیں سراسر محرفہ ہیں۔ یہ استدلال دوسری صدی کی ایک اہم دستاویز

خطبات کلیمنٹائن میں درج ہے۔

داغ عصبیت

تورات کے بیانات پر ایک داغ عصبیت کا ہے۔ بنی عمون اور بنی موآب سے بنی اسرائیل کی دشمنی تھی۔ تورات میں ان پر الزام لگایا کہ بنات لوط نے نعوذ باللہ اپنے باپ سے شراب کی مدہوشی میں رابطہ قائم کیا۔ اس طرح موآبیوں اور بنی عمون کے اجداد پیدا ہوئے۔

اسی طرح بنی اسماعیل سے دشمنی تھی۔ تورات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فضائل کا ذکر تھا۔ ان حوالوں کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا۔ عجیب بات ہے یوسف کے لئے عبرانی میں ایک لفظ "فراۃ" آیا ہے۔ اس کے معنی پھلدار پودا کے ہیں۔ (پیدائش ۴۹/۲۲)

اس سے ملتا جلتا لفظ "فرا" اسماعیل علیہ السلام کے لئے آیا۔ اس کے معنے کئے گئے ہیں "جنگلی گدھا" لفظوں کو توڑ مروڑ کر مدح کا ذم بنانا علماء بنی اسرائیل کا دلچسپ مشغلہ رہا ہے۔ اب امریکہ میں علماء یہود نے تورات کا مستند ترجمہ شائع کیا ہے۔ ان کے ہاں یہ بحث ہوئی کہ دونوں جگہ پھلدار پودا کے معنی کر دیا دونوں جگہ جنگلی گدھا۔ برا ہو تعصب کا کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ اسماعیل اور یوسف دونوں کے لئے WILD ASS کا ترجمہ کیا جائے۔ تورات کا نیا ترجمہ ۱۹۶۲ء میں کیا گیا۔ یہ اس وقت میرے سامنے ہے۔ اسماعیل کے لئے ہے:-

He shall be a wild ass of a man.
(GENESIS 6:12)

یوسف کے لئے ہے:-

Joseph is a wild ass, A wild ass by a spring.
(Genesis 49:22)

اس حوالہ کے حاشیہ پر متبادل ترجمہ FRUITFUL BOUGH درج ہے۔ کیا اچھا ہوتا دونوں کو پھلدار پودا کہتے۔

تورات میں ہے کہ خلیل اللہ کا پلوٹھا بیٹا ذبیح اللہ تھا۔ اسماعیل اسحاق سے تیرہ سال بڑے تھے لیکن "ذبیح" اسحاق کو قرار دیا گیا۔ یہ عجیب منطق ہے۔ اسماعیل کو لونڈی کا بیٹا بنا کر پلوٹھے کے اعزاز سے خارج بتایا گیا۔ بنی اسرائیل کی مائیں اکثر لونڈیاں تھیں۔ (پیدائش ۳۰/۹،۳)۔ یہ قوم سب جہانوں سے افضل ہے۔ یہ ہے علماء بنی اسرائیل کے کلام کا تضاد۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت میں بنی اسماعیل کی طرف کوئی اچھا اشارہ یہود پر بہت گراں تھا۔ آپ نے بتایا کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے

لی جائے گی اور ایک دوسری قوم جو اس کے پھل لائے گی دے دی جائے گی۔ یہ بات یہودیوں کو کھا گئی۔ انہوں نے گرفتار کرنا چاہا لیکن کر نہ پائے۔

ظاہر ہے بنی اسرائیل کے علاوہ بھی قومیں خدا کی مقرب ہو سکتی ہیں۔ تورات میں ہے کہ نبی موعود نے بنی اسرائیل میں نہیں ان کے بھائیوں یا رشتہ داروں میں آنا ہے۔ حضرت مسیح نے فرمایا کہ اب مقرب بارگاہ الٰہی ایک دوسری قوم ہو گی۔ حضرت مسیح کا اعلان حق تورات کی مثیل موسیٰ کی پیشگوئی کا اعادہ ہے۔ لہٰذا عصبیت باطل ہے اور عصبیت والی تورات کے حوالے محرف ہیں۔

یونیورسل جیوش انسائیکلوپیڈیا میں ہے:۔

''علماء بائیبل ان تمام روایات کو جو ہاجرہ کے بارہ میں تورات میں وارد ہوئیں اسرائیل و عرب تعلقات کا نتیجہ سمجھتے ہیں...... بنی اسماعیل کو قرابت دار تو سمجھا جاتا مگر درجہ سے بنی اسرائیل سے کم تر''۔ (زیر لفظ HAJAR)

زبور پر طائرانہ نظر

تورات کے بعد ہم زبور پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ اس کتاب میں ۱۵۰ مزامیر ہیں۔ یہ سارے حضرت داؤد کے نہیں بلکہ دوسرے عبرانی شعراء کا کلام بھی شامل ہے۔ اس مجموعہ میں موسیٰ کا ایک زبور ہے۔ داؤد کے ۷۳ زبور، سلیمان کے ۲، آسف کے ۱۲، بنی قورح کے ۱۱، ھیمان کا ایک، ایتان کا ایک۔ اس کے علاوہ ۱۳۷ نمبر زبور اسیری کے زمانہ کا ہے۔ داؤد کے مزامیر ایک روحانی شاعر کا آسمانی کلام ہے جو روح القدس کی تحریک سے لکھا گیا۔ فرمایا:۔

''خداوند کی روح نے میری معرفت کلام کیا اور اس کا سخن میری زبان پر تھا''۔ (۲ سموئیل ۲/۲۳)

آسمانی موسیقار کے یہ نغمے ہیں۔ حضرت داؤد کے چشمہ فطرت سے جو پھوٹ پڑتے وہ دراصل نوائے سروش ہوتے۔ اس لحاظ سے یہ الہامی کلام ہے۔ فرمایا:۔

''میں اسرائیل کا شیریں بیان نغمہ ساز ہوں''۔

کتاب سلاطین میں ہے کہ حضرت داؤد نے غیر شرعی طور پر اپنے ایک سردار کی بیوی کو گھر میں ڈال لیا۔ اس لئے وہ گناہ میں مبتلا ہوا۔ زبور سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دشمنوں کے پھیلائے الزامات ہیں جو کسی طور پر درست نہیں ہیں۔ آپ بے گناہ تھے۔ سموئیل دوم ۱۱ باب میں اور اوریاہ کی بیوی کا ناپاک قصہ درج ہے اور داؤد کے گناہ کا ذکر ہے۔ آگے چل کر ۲۲ باب میں داؤد کا زبور درج ہے جس میں ہے:۔

"میں اس کے حضور میں کامل رہا اور اپنے آپ کو خطا سے باز رکھا"۔

اس کے سیاق میں ہے:-

"کیونکہ میں خداوند کی راہوں پر چلتا رہا اور شرارت سے اپنے خدا سے الگ نہ ہوا"۔ (۲ سموئیل ۲۲/۲۲)

ظاہر ہے کہ داؤد کے گناہ والا قصہ سراسر محرفہ ہے۔

زبور کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ لسان داؤد پر بنی اسرائیل پر لعنت ڈالی گئی (زبور ۱۱/۵، ۲۲/۷/۳) اور آنے والے عظیم الشان پیغمبر کا ذکر نہایت شاندار الفاظ میں ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنے والے نے بنی اسرائیل سے نہیں آنا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس نکتہ کو اجاگر کیا۔ فرمایا:-

"لوگ کہتے ہیں کہ آنے والا داؤد کا بیٹا ہے۔ اگر وہ داؤد کا بیٹا ہے تو خود داؤد نے اسے اپنا خداوند کیوں کہا؟ ظاہر ہے کہ آنے والا کسی اور قوم سے آئے گا۔ وہ داؤد کا بیٹا نہیں ہوگا"۔ (مرقس ۱۲/۳۵،۳۷)

حضرت داؤد نے آنے والے مسیح کے مصائب کا ذکر کیا ہے۔ وہ موت کے منہ سے بچایا جائے گا اور عمر طویل پائے گا۔ بنی اسرائیل کے بڑے گروہ میں تبلیغ کرے گا۔ ان پیشگوئیوں میں کسر صلیب کے لئے اشارات ہیں۔

باقی آئندہ شمارے میں

ضروری اعلان

ادارہ "خالد" عنقریب سلسلہ احمدیہ کے جید عالم اور مفتی سلسلہ و پرنسپل جامعہ احمدیہ حضرت ملک سیف الرحمان صاحب (مرحوم) کی سیرت و سوانح پر ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے۔ احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ حضرت ملک سیف الرحمان صاحب کی سیرت پر مشتمل اپنے مضامین یا ان کی یاد سے وابستہ اپنی تحریریں ۱۵ جون ۱۹۹۵ء تک ہمیں ارسال فرمادیں۔

اس کے علاوہ حضرت ملک صاحب کی کوئی نادر تصویر یا تحریر اگر آپ کے پاس ہو تو آپ ارسال فرمائیں۔ انشاءاللہ بحفاظت واپس کردی جائے گی۔ آپ کی تحریروں کا ہمیں انتظار رہے گا۔

(مدیر "خالد- ایوان محمود)

امراء اضلاع، صدران، مربیان، معلمین سلسلہ کی خدمت میں

جامعہ احمدیہ میں داخلہ کی تحریک کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں تحریر ہے کہ:-

۱- امیدوار کے لئے فرسٹ ڈویژن میٹرک ہونا ضروری ہے- تاہم فرسٹ ڈویژن سے کم نمبر لینے والوں کے لئے ایک ماہ کا کورس مقرر کیا جائے گا- جس کے بعد امتحان ہو گا اور APPTITUDETEST ہو گا- اس میں کامیابی کی بناء پر امیدواروں کا داخلہ کنفرم ہو گا-

۲- امیدوار انٹرویو بورڈ کے تحریری اور زبانی امتحان میں پاس ہو-

۳- قرآن کریم ناظرہ صحت کے ساتھ پڑھنا جانتا ہو-

۴- مقامی امیر کی سفارش امیدوار کے حق میں ہو-

۵- میٹرک پاس امیدوار کی عمر کی حد ۱۷ سال اور ایف اے/ایف ایس سی پاس کے لئے ۱۹ سال ہو گی-

۶- امیدوار کے تفصیلی طبی معائنہ کی رپورٹ تسلی بخش ہو- (تفصیلی طبی معائنہ انٹرویو کے بعد فضل عمر ہسپتال ربوہ میں ہو گا)-

امراء اضلاع، عہدیداران، مربیان و معلمین صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ ازراہ مہربانی آپ اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں- اس سلسلہ میں خطبات جمعہ اور دیگر ذرائع سے جماعت کے ذہین، ہونہار، خدمت دین کا شوق رکھنے والے مخلص نوجوانوں میں وقف زندگی اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کی تحریک فرمائیں اور اپنے حلقہ سے زیادہ سے زیادہ طلباء کو جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے بھجوانے کی کوشش فرمائیں اور اپنی مساعی سے دفتر ہذا کو بھی مطلع فرمائیں-

اللہ تعالیٰ ہم سب کو احسن رنگ میں مقبول خدمت سلسلہ کی توفیق بخشے- آمین-

نوٹ:- داخلہ کے انٹرویو کی معین تاریخ کی بعد میں اطلاع کی جائے گی-

(وکیل الدیوان- تحریک جدید ربوہ)

شعرائے احمدیت

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب

(مضمون نگار :۔ مکرم خالد محمود صاحب)

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب وہ خوش نصیب رفیق ہیں جنہیں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نسبتی بھائی ہونے کا فخر حاصل ہے۔

حضرت سید میر محمد اسماعیل صاحب دلی کے اس مشہور حسینی سادات خاندان کے چشم و چراغ ہیں جس میں مشہور صوفی شاعر حضرت خواجہ میر درد صاحب پیدا ہوئے تھے۔ حضرت میر محمد اسماعیل اپنی عظیم بہن حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ سے سولہ سال چھوٹے تھے۔ حضرت سیدہ صاحبہ کی ولادت ۱۸۶۵ء کی ہے۔ ان کی ولادت کے بعد حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ہاں پانچ بچے پیدا ہوئے جو خدا کو پیارے ہو گئے۔

مورخہ ۱۸ جولائی ۱۸۸۱ء بروز سوموار آسمان احمدیت کے درخشندہ ستارے حضرت میر صاحب کی ولادت ہوئی۔

تعلیم

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب نے F.Sc ۱۹۰۰ء میں فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اہل خانہ سبھی کا یہ خیال تھا کہ ڈاکٹری میں داخلہ لے لیا جائے۔ لیکن آپ کے بزرگ محترم میر ناصر نواب صاحب کی آمد ماہانہ تیس روپے پنشن اور ۲۲۰ روپیہ سالانہ گاؤں سے آمد تھی۔ ڈاکٹری فیس کے لئے ۳۰ روپے ماہوار اخراجات کے علاوہ ۵۰ روپیہ سالانہ فیس تھی اور ۷۰۰ مختلف اوقات میں کتب کے لئے درکار تھے۔ حضرت میر صاحب فرماتے ہیں کہ والدہ صاحبہ کا کہنا تھا کہ یہ فیس میری طاقت سے باہر ہے۔ اکتوبر میں داخلہ ہونا تھا کہ گھر کی ایک خادمہ نے ایک ملفوف میرے ہاتھ میں دیا۔

جب داخلہ کا وقت آیا تو محترم میر صاحب کو فرسٹ ڈویژن کی وجہ سے ۱۲ روپے ماہوار وظیفہ ملا۔ آپ کا نام برائے داخلہ سرفہرست تھا۔ حضرت اماں جان آپ کو دوران تعلیم ماہانہ دس روپے دیا کرتی تھیں۔

حکومت کی طرف سے آپ کو پانچوں سال باقاعدہ وظیفہ ملتا رہا۔ اس طرح آپ کی تعلیم مکمل ہوئی۔ اس بات کا

صرف میر صاحب اور آپا جان کے کسی کو بھی پتہ نہ تھا۔ جب آپ میڈیکل کالج کے آخری سال میں تھے۔ نتیجہ کی فکر تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا "اسسٹنٹ سرجن" (بدر ۲۰ جولائی ۱۹۰۵ء)

چنانچہ آپ تمام پنجاب میں اول نمبر لے کر پاس ہوئے۔ آنکھوں کے آپریشن میں آپ نے کمال مہارت حاصل کی تھی۔

پاکیزہ رزق

حضرت میر صاحب ملازمت کے دوران کا ایک واقعہ "آپ بیتی" میں بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار ایک شخص آیا۔ اس نے کسی نجی ضرورت کے لئے میر صاحب سے بیماری کا غلط سرٹیفکیٹ بنوانا چاہا۔ میر صاحب نے انکار کیا تو وہ فیس کی پیشکش بڑھاتا چلا گیا مگر آپ نے بالکل انکار کر دیا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔

توحید کے لئے غیرت

۱۹۰۷ء میں آپ کی پھوپھی زاد آپ سے ملنے آئیں۔ ان کی بیٹی فوت ہو گئی تھی۔ وہ بار بار یہ کہتیں کہ ڈاکٹر صاحب اگر وہاں ہوتے تو وہ نہ مرتی تو آپ کی توحید کی غیرت جاگ اٹھی۔ آپ نے فرمایا کہ آئندہ اس کا بیٹا ہوگا جو میرے ہی ہاتھوں میں مرے گا۔ بات آئی گئی ہو گئی بعد میں ان کا لڑکا پیدا ہوا وہ میر صاحب کے گھر آئی تھیں علاج وغیرہ کروا رہی تھیں تو لڑکے کو دست لگ گئے تھے۔ مگر کافی علاج کے باوجود بچہ فوت ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

آنحضرت ﷺ کا عشق "یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ" کا ذریعہ ہے۔ حضرت میر صاحب کے وجود کا ذرہ ذرہ عشق رسول سے معطر تھا۔ نثر اور نظم دونوں میں آپ نے حضرت رسول اکرم ﷺ کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ سن کر زبان پر بے اختیار "**علیک الصلوۃ علیک السلام**" جاری ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

محمد ﷺ ہی نام اور محمد ﷺ ہی کام
علیک الصلوۃ علیک السلام
علمدار عشاق ذات یگاں
سپہدار افواج قدوسیاں

معارف کا اک قلزم بیکراں
افاضات میں زندہ جاوداں
پلا ساقیا آب کوثر کا جام
علیک الصلوۃ علیک السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت

حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی عشق کی حد تک محبت تھی۔ حضرت خلیفہ المسیح الثانی آپ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے "منظور نظر" کے الفاظ استعمال فرماتے تھے۔ ۱۹۰۶ء میں حضرت خلیفہ المسیح ثانی انگلستان کے سفر پر تشریف لے گئے تو آپ نے میر صاحب کو "ناظر اعلیٰ" مقرر فرمایا اور فرمایا۔

ان کے دل میں حضرت مسیح موعود کی محبت بلکہ عشق خاص طور پر پایا جاتا ہے...... اور میں امید کرتا ہوں اس تعلق کی وجہ سے جو برکات آپ پر نازل ہوتی ہیں ان کے باعث جماعت کے لئے بہت مفید ثابت ہوں گے"۔

قادیان سے پیار

یہ انسانی فطرت ہے کہ مکینوں سے پیار ہو تو مکانوں سے بھی پیار ہو جاتا ہے۔ مگر وہ مکین (یعنی حضرت اقدس مسیح موعود اور حضرت خلیفہ المسیح جو ہر لمحہ روحانی مے پلائیں ان کے مکانوں سے پیار کیوں نہ ہو۔ حضرت میر صاحب قادیان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔۔

آہ وہ دارالامان قادیاں
قادیان جنت نشان قادیاں
کھب گئی دل میں ہر اک اس کی ادا
بس گئی آنکھوں میں شان قادیاں
تو بنائے چشم ہے میرے لئے
خاک پائے ساکنان قادیاں

کر رہے ہیں جان و دل کو بیقرار
نغمہ ہائے بلبلان قادیاں

حضرت سیدہ نصرت جہاں صاحبہ سے محبت اور ان کا احترام

حضرت میر صاحب کو حضرت اماں جان سے بہت تعلق اور پیار تھا۔ ان کا احترام بڑی بہن کی وجہ سے بھی تھا اور اس وجہ سے بھی کہ وہ مامور زمانہ کے عقد میں آئیں۔ حضرت میر صاحب کی بیٹی حضرت سیدہ ام متین صاحب فرماتی ہیں۔ حضرت سیدہ نصرت جہاں صاحبہ جب بھی کسی چیز کی تعریف کرتیں۔ ابا جان فوراً وہ چیز لے آتے۔ حضرت سیدہ موصوفہ فرماتی ہیں کہ میرے رشتہ کیلئے گھر تشریف لائیں ابا جان سے کہا میں تمہارے لڑکی مانگنے آئی ہوں ابا جان نے کہا میں تمہاری بات واپس نہیں کر سکتا' لے جائیں۔ مزید فرماتی ہیں کہ بے شک یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر تھی کہ میں حضرت مصلح موعود کے عقد میں آتی مگر اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ابا جان حضرت سیدہ صاحبہ کی بات ٹال نہ سکتے تھے۔

اولاد کی تربیت

آپ کو بچوں کی تربیت کا بہت خیال تھا۔ نماز با جماعت کی بہت تاکید فرماتے۔ گھر میں نماز پڑھتے تو بچوں کو ساتھ کھڑا کر لیتے۔ حضرت ام متین صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ میں پانچویں تک گھر میں پڑھی۔ مجھے ابا جان کا پڑھانے کا وہ دلنشین انداز ابھی تک یاد ہے۔ فرماتے اب جا کے چھوٹوں کو پڑھاؤ۔ فرماتے بڑے بچے کی تربیت کرو اس سے چھوٹوں پر بھی اثر پڑے گا۔ بچوں کو دعائیں بھی یاد کرواتے تھے۔

بچی کو گھر سے رخصت کرتے وقت

حضرت سیدہ ام متین صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ مجھے رخصت کرتے وقت محترم ابا جان نے ہدایات ایک نوٹ بک میں اپنے ہاتھ سے قلمبند کیں۔ جو میرا سرمایہ زندگی ہے میں ہر باپ سے گزارش کروں گی کہ ان ہدایات کا مطالعہ کریں اور اپنی لخت جگر کو بتائیں کہ وہ جانے والے گھر اور اپنی زندگی کو کس طرح جنت نشان بنا سکتی ہیں۔

علمی سرمایہ

محترم ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب علوم بدنیہ اور علوم دینیہ کے جامع تھے بے شمار علمی مضامین آپ کے قلم سے نکلے اور متعدد مستقل تصانیف فرمائیں۔

۱۔ تاریخ ..... فضل لندن

۲۔ کرنہ کر۔ یہ قرآنی اوامرو نواہی کا سلیس ترجمہ ہے۔

۳۔ مقطعات قرآنی

۴۔ اربعین اطفال

۵۔ تحفۂ احمدیت

۶۔ جامع الافکار

۷۔ "بخار دل" جو آپ کے فکر شعری کی کاوشوں کا مرقع ہے۔)

۸۔ آپ بیتی اور

۹۔ حفاظت ریش

سفر آخرت کی تیاری

میر صاحب کی زندگی میں عبادالرحمن کا یہ وصف بہت ہی نمایاں تھا۔ شعر میں فرماتے ہیں۔۔

اک پل بھی اب گذر سکتا نہیں تیرے بغیر
اب تلک تو ہو سکا جیسے گذارہ ہو گیا
بعد مردن قبر کے کتبے پہ یہ لکھنا میرے
"آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا"

حضرت مولانا راجیکی صاحب نے ان کی آخری بیماری میں ان کے لئے دعا کی تو الہام ہوا "میر محمد اسماعیل ہمارے پیارے ہیں ان کے علاج کی طرف فکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہم خود ہی ان کا علاج ہیں"

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو ان کی وفات کے بارے میں بتا دیا تھا۔ مرزا عزیز احمد صاحب راوی ہیں۔ کہ وفات کے کچھ عرصہ قبل میر صاحب نے صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کو بتایا کہ ان کی وفات ۶۶ سال کی عمر میں ماہ جولائی میں

جمعہ کے دن ہوگی یہ بات خواب کی بنا پر کہی تھی۔

آپ کی بیماری

اپریل ۱۹۴۷ء میں آپ کو دمہ کا شدید حملہ ہوا۔ وسط جون میں بیماری نازک صورت اختیار کر گئی۔ اس موقع پر حضرت مصلح موعود نے خطبہ جمعہ میں دعا کی تحریک کی۔ فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ رفقاء کے وجود کو لمبے عرصہ تک قائم رکھے تاکہ جماعت کے اندر ایسے نئے وجود پیدا ہو جائیں جو اپنی قربانی، اخلاص اور تقویٰ کے لحاظ سے رفقاء کا ہر رنگ رکھتے ہیں"

۶۔ ۷ جولائی نمونیہ کا حملہ ہوا۔ ہر ممکن علاج کی کوشش کی مگر خدائی تقدیر غالب معلوم ہوتی تھی۔

رفیقہ حیات کو نصیحت

وفات سے چند روز قبل رفیقہ حیات کو بلایا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور فرمایا۔ وعدہ کرو میرے مرنے پر آہ و زاری نہ کرو گی۔ دین سے ناواقف عورتیں بین کرتی ہیں۔ ایسی کوئی بات نہ کرو گی۔ حدیث میں آیا ہے بے اختیار جو آنسو نکل جائیں ان کا کوئی حرج نہیں۔

۱۸۔ جولائی۔ وفات

۱۸۔ جولائی جمعہ کا روز تھا۔ ساڑھے چھ بجے کے قریب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے سورۃ یاسین کی تلاوت نہایت سوز اور درد میں ڈوبی ہوئی آواز کے ساتھ کی۔ ساڑھے سات بجے کے قریب حضرت مصلح موعود صحن میں ٹہل رہے تھے کہ آواز آئی جلد آئیں حالت نازک ہے۔ حضور اندر تشریف لے گئے تو سانس اکھڑ رہا تھا۔ سات بجکر چالیس منٹ پر آپ نے آخری سانس لی اور میر ناصر نواب صاحب کا لخت جگر، ...... (اماں جان) کا بھائی، مسیح موعود کا "منظور نظر" اپنے خدا کے حضور حاضر ہو گیا۔

۱۹۔ جولائی کو آٹھ بجے جنازہ اٹھایا گیا۔ تقریباً سات ہزار احباب نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔

اولاد

آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی آپ کی پھوپھی زاد سے ہوئی۔ ان سے آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی دوسری شادی حضرت مرزا محمد شفیع صاحب محاسب صدر انجمن احمدیہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بیوی کے بطن سے کثیر اولاد سے نوازا۔ تین لڑکے سید محمد احمد صاحب، سید احمد ناصر صاحب اور سید محمد امین احمد صاحب اور سات لڑکیاں عطا فرمائیں۔ سب سے بڑی لڑکی حضرت سیدہ ام متین صاحبہ حضرت مصلح موعود کے عقد میں آئیں۔

بُخارِ دِل

(مقالہ :- مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب)

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مقصدیت کی اولیت کے متعلق حضرت میر صاحب کا وہ بیان یہاں نقل کردیا جائے جو آپ نے اپنی شاعری کاوشوں کا تعارف کرواتے ہوئے خود شامل کتاب کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"شعر کی تعریف اس سے زیادہ نہیں کہ وہ باوزن ہو، اس کے الفاظ عمدہ اور مضمون لطیف ہو۔ میرے بزرگوں کو چونکہ شاعری سے مناسبت تھی اس لئے مجھ میں بھی کچھ حصہ اس ذوق کا فطری طور سے آیا ہے مگر اس طرح کہ دس دس بارہ سال تک ایک شعر نہیں کہتا پھر کچھ کہہ لیتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ میرے اشعار مطلب کے حامل ہوتے ہیں نہ کہ الفاظ کے۔ میں ایک مضمون ذہن میں رکھ کر شعر کہتا ہوں اور الفاظ اس مضمون کے پابند ہوتے ہیں نہ مضمون الفاظ کا۔ اس لئے یہ اشعار بجائے تغزل کے نظم کی صورت رکھتے ہیں اور بجائے آمد کے ہمیشہ آورد کا رنگ ان میں ہوتا ہے۔ میرا استاد کوئی نہیں نہ کوئی تخلص ہے۔ شروع میں (یعنی ۱۹۰۳ء میں) جب یہ شوق پیدا ہوا تو چند دفعہ "آشنا" کا تخلص استعمال کیا پھر ترک کردیا اور ہمیشہ تخلص کے بغیر گزارہ کیا۔ میرے کلام میں بیشتر اشعار بسبب مذہبی ماحول اور دینی تربیت کے متصوفانہ رنگ کے ہیں اور سلسلہ احمدیہ کے مقاصد سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں کسی کا عمدہ مصرعہ یا شعر یا کسی غیر زبان کا لفظ اپنے شعر میں پیوند کرلینے سے نہیں ہچکچاتا تاہم اس کو سرقہ نہیں کہا جاسکتا۔ بہت زیادہ حصہ ان نظموں کا ایسا ہے جو دراصل اپنے لئے کہی گئی ہیں نہ کہ اوروں کے لئے۔ میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان اشعار کو ہمارے بچوں اور نوجوانوں کے لئے بھی مفید بنائے"۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے حضرت میر صاحب نے نہ صرف ظاہری اصناف سخن میں طبع آزمائی فرمائی ہے بلکہ عقوبت کے لحاظ سے بھی آپ

نے متعدد اور متنوع موضوعات پر اپنی صوفی منشی کے جوہر دکھائے ہیں۔ ذرا مندرجہ ذیل عنوانات پر نظر ڈالئے تاکہ آپ پر حضرت میر صاحب کی رجحانات شعری کے فہم میں آسانی ہو۔

(۲) "بخار دل" کی طرح "محبت کا ایک آنسو" بھی آپ کی ایک نہایت پاکیزہ نظم ہے۔ جو مولا کا اپنے بندے سے پیار کا تعلق ظاہر کرتی ہے۔

(۳) دعا بندے کا ایک آزمودہ ہتھیار ہے جس کے ذریعہ وہ طاقتور سے طاقتور دشمن پر غلبہ پالیتا ہے۔ حضرت میر صاحب نے بھی "دعائے من"، "دعائے سکھ"، "عاجزانہ دعا"، "دعا برائے معرفت"، "نماز" وغیرہ نظموں میں قادر و توانا خدا سے مدد طلب کی ہے اور "بندہ"، "میرے خدا" (طویل نظم) اور "مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات" کے ذریعہ بندہ کا اپنے مولا سے تعلق قائم ہونے کے لئے استعانت طلب کی ہے۔

(۴) معرفت الٰہی حاصل ہو جائے تو انسان ضعیف البنیان کو اپنی کمزوری اور ناطاقتی کا احساس شدید سے شدید تر ہو جاتا ہے اور وہ دعا کے ذریعہ اپنے قادر خدا سے مدد کا طلب گار ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

ترجمہ:- (اے میرے حبیب) تم لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو پھر میری اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ (اس کے نتیجے میں) تم کو اپنا محبوب بنا لے گا۔

پیارے خدا کا یہ محبت بھرا ارشاد اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ جب لوگوں تک پہنچتا ہے تو ان کے دل اس محسن اعظم کے اخلاق کریمانہ اور حسن مجسم کے انداز محبوبانہ پر نثار ہو جاتے ہیں اور بے ساختہ درود و سلام ان کی زبانوں پر جاری ہو جاتا ہے۔ میر صاحب بھی شیدایان حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صف میں شامل ہو کر مدحت خیر الانام میں ایک ایسا ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہیں جو مقبولیت کے لحاظ سے نعتیہ شاعری کے میدان میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے اور جب تک محامد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دلوں کو گرمانے کا فریضہ انجام پاتا رہے گا (اور یہ سلسلہ تا قیام قیامت جاری رہے گا) میر صاحب کے اس "سلام بحضور سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کو نظر انداز نہیں کیا جا سکے گا۔ آپ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈوبی ہوئی ایک دوسری نظم "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس کے علاوہ "محمدؐ مصطفیٰ ہے مجتبیٰ ہے" اور دیگر نعتیہ کلام آپ کے اس گہرے قلبی لگاؤ کا آئینہ دار ہے جو آپ کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے تھا۔

(۵) خلق مجسم، محسن عالم حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا تقاضہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر

فرزند روحانی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے بھی والہانہ عقیدت اور خادمانہ ارادت کا اظہار کیا جائے اور آقاصلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کے بعد اس کے جلیل القدر خادم کی صفات کے بیان سے بھی دلوں میں گداز پیدا کیا جائے۔ حضرت میر صاحب نے اس فریضہ کی ادائیگی کو بھی ضروری خیال کرتے ہوئے اپنی متعدد نظموں میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اپنی عقیدتمندی کا خراج پیش کیا ہے۔

(۶) انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ اپنے محبوب کے مسکن بلکہ اس شہر کی گلیوں تک سے محبت و عقیدت پیدا ہوجاتی ہے۔ حضرت میر صاحب کا محبت پرور اور عقیدت مند دل بھی بھلا اس جذبہ سے کس طرح خالی رہ سکتا تھا۔ آپ نے اپنے مرشد حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مسکن قادیان سے اپنی محبت کا اظہار متعدد منظومات میں کیا ہے۔ قادیان سے جدائی کا نقشہ اور فراق کی اذیتوں کا حال "در فراق قادیان" والی نظم میں بڑے ہی درد انگیز طریقے سے کیا ہے۔ اسی قبیل کی ایک دوسری نظم "قادیان دارالامان" ہے۔ "قصہ ہجر ایک مہجور کی زبان سے"، "ہم قادیان سے بول رہے ہیں"، "ہم ڈلہوزی سے بول رہے ہیں" تینوں نظموں میں قادیان سے دلی وابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔

(۷) حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے تکمیل اشاعت دین، احیاء دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جس جماعت کو قائم فرمایا اس کے افراد مالی، جانی، حالی و قالی، تعلیمی و تربیتی جملہ اقسام کی قربانیاں دے رہے ہیں اور اپنی ہمہ جہتی تدابیر و جہد مسلسل سے خدمات بجا لا رہے ہیں۔ ایسی خادم انسانیت جماعت کے کارکنوں کو خراج عقیدت پیش کرنا اور دنیا کو ان مہمات سے آگاہ کرنا جو اس جماعت کے اولوالعزم اور باحوصلہ افراد شب و روز کر رہے ہیں خدمت دین ہی کا ایک حصہ ہے۔ "ندائے احمدیت"، "احمدی کی تعریف"، "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا"، احمدیت"، "خدام احمدیت" وغیرہ نظموں میں اسی فریضہ کو بحسن و خوبی انجام دیا ہے اور اسی پر اکتفا نہ کرتے ہوئے انفرادی رنگ میں بھی بعض خاص ہستیوں کے پاکیزہ خصائل کو متعارف کروانے کی کوشش بھی کی ہے۔ "حضرت مولوی برہان الدین جہلمی" کے عنوان سے آپ نے جو نظم لکھی ہے وہ اسی جذبہ کی عکاسی کرتی ہے۔ اسی قبیل کی ایک اور نظم حضرت مولوی نعمت اللہ خان کی شہادت پر آپ کے رقم فرمائی۔ جس کا عنوان تھا "نعمت اللہ نے دکھلا دیا قربان ہو کر"۔

(۸) حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے لخت جگر حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد المصلح الموعود کے خلاف جب اہل پیغام نے ایک مخالفانہ اور معاندانہ محاذ قائم کیا اور "پیغام صلح" کے پردے میں شب و روز

محمود دشمنی اور شقاوت قلبی کے اظہار کو اپنا پیشہ بنالیا تو حضرت میر صاحب کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور آپ نے ان زہر آلود تیروں کا جواب "منکران .... محمود"، "پیغامی لیڈروں سے خطاب"، "ان کا رنگ" جیسی نظموں کے ذریعہ دینا ضروری سمجھا لیکن جن دوستوں کو میر صاحب کی ان نظموں کو پڑھنے کا اتفاق ہو وہ اس بات کی شہادت دیں گے کہ باوجود مظلوم ہونے اور انتہائی دل آزاری کا نشانہ بننے کے آپ نے اپنے کلام میں کوئی قابل اعتراض یا دل آزار بات نہیں کی اور اپنی پاکیزہ نظموں کو ابتذال، تمسخر، یا استہزاء سے ہرگز آلودہ نہیں ہونے دیا جو آپ کی عالی ظرفی اور بلند اخلاقی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

(۹) حضرت میر صاحب نے سلسلہ کے واقعات کو منظوم فرما کر ایک تاریخی خدمت بھی انجام دی ہے۔ ۱۹۲۴ء میں حضرت مصلح موعود نے جب "بیت الفضل" لندن کا سنگ بنیاد رکھا تو میر صاحب نے اس موقعہ پر ایک نظم "مرکز کفر میں خانۂ خدا" کے عنوان سے تحریر فرمائی جس کے ذریعہ تمام افراد جماعت کے جذبات کی ترجمانی کا فرض انجام دیا۔

(۱۰) قطعات و رباعیات کے علاوہ تربیتی رنگ میں آپ نے نظمیں بھی لکھی ہیں۔ مثلاً "مجھ کو کیا بیعت سے حاصل ہوگیا"، "نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے" (وقف میں نااہلی کا نتیجہ)، "خدا داری چہ غم داری" (اہل خانہ کو وصیت)، "نوائے تلخ" (مربیان کو نصیحت)، "قابل توجہ خدام" وغیرہ۔

(۱۱) عقائد کے سلسلہ میں آپ نے بعض ما بہ النزاع اور مختلف فیہ مسائل کے بارے میں بڑے لطیف انداز میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ ایسی نظموں میں "ناسخ و منسوخ"، "قرآن، سنت اور احادیث کے مدارج"، "علم ترب یعنی علم توجہ یا مسمریزم"، "کچھ دعا کے متعلق" (اس نظم میں آپ نے دعا کے فلسفہ کو اس طرح عام فہم انداز میں بیان کیا ہے کہ قبولیت دعا کے متعلق تمام شکوک کا ازالہ ہوجاتا ہے۔ آپ نے نظم لکھنے سے بیشتر جو تشریح فرمائی ہے وہ بھی قابل غور ہے۔ فرماتے ہیں:-

"دعائیں چھ طرح قبول ہوتی ہیں اور اس طرح کی کوئی دعا بھی رد نہیں ہوتی۔ (۱) یا تو وہ لفظاً ہی قبول ہوجاتی ہے (۲) یا اس کی جگہ آخرت کا بدلہ اور نعمت مل جاتی ہے (۳) یا اتنی ہی مقدار میں کوئی بری تقدیر دور ہوجاتی ہے (۴) یا بطور عبادت محسوب ہوجاتی ہے (۵) یا دنیا میں ہی ایک کی جگہ دوسری بہتر خیر مل جاتی ہے (۶) یا اگر وہ دعا بندہ کے لئے مضر ہو تو منسوخ کر دی جاتی ہے اور یہ نامنظوری بھی اجابت اور رحمت کا رنگ رکھتی

ہے۔ یعنی بندہ ضرر اور تکلیف سے بچ جاتا ہے"۔)

(۱۲) ترک دنیا کے بارے میں آپ نے متعدد ناصحانہ نظمیں لکھی ہیں اور ہر نظم میں ایک نئے انداز سے ترک لذات کی طرف توجہ دلائی اور رغبت دلانے کی سعی مشکور کی ہے۔ مندرجہ ذیل منظومات اسی قبیل سے ہیں۔ "نصیحت از الوصیۃ"، "بشارت از الوصیت"، "ترکِ دنیا"، "دنیا متاع الغرور ہے"، "ترک......"، "ترک دنیا کے معنی ترک فضول ہیں"، "دنیا کا انجام"، "دنیا ہے جائے فانی دل سے اسے اتارو"۔

واقعاتی نظموں میں آپ کی ایک مزاحیہ نظم بھی شامل ہے جو راشن بندی سے تعلق رکھتی ہے۔ اس نظم کا عنوان ہے "قادیان میں ۱۹۴۳ء میں رمضان میں ایک تولہ شکر کا راشن" اس نظم کے مطالعہ سے زمانہ جنگ کی تکالیف و مشکلات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ حضرت میر صاحب کے قلم حقیقت رقم نے اس واقعہ کو بھی تاریخ میں محفوظ کر دیا۔ یہ نظم آپ کی ہمہ گیر طبیعت کے چہرے سے نقاب کشائی کرنے کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ "قادیان کے آریہ" بھی اسی قبیل کی نظم ہے۔

حضرت میر صاحب نے طنز و مزاح کے خار زار میں بھی سمند فکر کی جولانیاں دکھائی ہیں لیکن لطف یہ ہے کہ شرافت و متانت کے دامن سے کسی خار کو الجھنے کی اجازت نہیں دی۔ آپ نے اپنا مافی الضمیر بھی ادا کر دیا لیکن ایسی کہنہ مشقی اور احتیاط کے ساتھ کہ نہ کسی تسبیح کے بکھرنے کی نوبت آئی اور نہ کسی زنار کے ٹوٹنے کی صدا سنائی دی۔ یہ بات آپ کے کمال فن کا زندہ ثبوت ہے۔

"اس لئے تصویر جاناں ہم نے کھچوائی نہیں" یہ ایک ایسی مدلل نظم ہے جو آپ کی قادر الکلامی اور حقیقت نگاری کو ایک نئے روپ میں نگاہوں کے سامنے لاکر قارئین کو محو حیرت کر دیتی ہے۔

منظومات کے علاوہ حضرت میر صاحب نے نہایت پاکیزہ جذبات کی حامل عارفانہ غزلیات بھی کہی ہیں جو محبت الٰہی اور عشق حقیقی میں ڈوب کر تحریر کی گئی ہیں اور یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اپنے تسلسل اور مقصدیت کے لحاظ سے یہ غزل نما نظم کہلانے کی زیادہ مستحق ہی کیونکہ ان کا مرکزی نقطہ خیال عشق حقیقی کے سوا کچھ نہیں۔ ایسی مسلسل غزلیات کے ضمن میں "تو کیا آئے"، "ہو نہیں سکتا"، "عشق و مشک"، "کہ جتنے رنگ تھی ہیں محبت سب کی صیقل ہے"، "محبت"، "دن مدتوں میں آئے ہیں پھر اہل حال کے"، "جو رہ تجھے پسند ہے اس پر چلا مجھے"، "آئے گی مرے بعد تمہیں میری وفا یاد"، "چشم بینا حسن فانی کی تماشائی نہیں" وغیرہ وغیرہ پیش کی جاسکتی ہیں۔

لیکن واعظانہ پندو نصائح یا ناصحانہ تلقین عمل کے لئے قطعات و رباعیات کی اصناف زیادہ موزونیت رکھتی ہیں اور شاعر کو اپنا ماضی الضمیر ادا کرنے میں تنگی محسوس نہیں ہوتی۔ میر انیس، مرزا دبیر، اکبر الہ آبادی، امجد حیدر آبادی، حکیم اختر انصاری اکبر آبادی، جوش ملیسانی اور جوش ملیح آبادی اور دور موجودہ میں راغب مراد آبادی اور رئیس امروہوی نے ان اصناف میں اپنی جودت طبع کے خوب خوب جوہر دکھائے ہیں۔ ہمارے میر صاحب بھی اس میدان میں اترے ہیں اور آپ کے اشہب قلم کی جولانیوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ اس میدان کے بھی شہسوار ہیں۔ آپ نے اپنے قطعات میں بعض فارسی مصرعے جو ضرب الامثال کی حیثیت رکھتے تھے استعمال کئے ہیں اور ان کو ایسے سلیقے سے کام میں لائے ہیں کہ ہر مصرعہ اس قطعہ کا جزو لاینفک بن گیا ہے جس میں وہ استعمال کیا گیا۔ اسی طرح آپ نے عربی فقرات اور ہندی محاورات استعمال کرنے سے بھی احتراز نہیں کیا بلکہ بڑی چابکدستی سے ان فقرات یا محاورات کو اپنے حسب منشاء استعمال کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

اردو ادب اور خاص کر منظومات میں منظر کشی بھی ایک صنف ہے اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ میر انیس اور مرزا دبیر نے اس فن میں اپنے کمالات کا ماہرانہ اور استادانہ مظاہرہ کر کے اردو شاعری کے دامن کو گلہائے رنگارنگ سے بھر دیا ہے۔ حضرت میر صاحب نے بھی ایسی نظمیں رقم فرمائی جن سے منظر کشی کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ ایسی نظموں میں آپ کی نظم "کچھیار" بہت مقبول ہے اور منظر کشی کا ایک اچھا نمونہ ہے۔

اردو زبان میں غزل ایک ایسی صنف سخن ہے جس میں بہت مختصر الفاظ میں یعنی صرف دو مصرعوں کے اندر انسانی جذبات میں سے کسی خاص جذبہ کی عکاسی ممکن ہے اور بارہا اس کا تجربہ کیا گیا ہے۔ مثلاً شکیل بدایونی کا یہ شعر:۔

وہ ہم سے خفا ہیں ہم ان سے خفا ہیں
مگر بات کرنے کو جی چاہتا ہے

یا سید آل رضا لکھنوی کا یہ شعر:۔

جواب خیر نہ دیتے مگر یہ کیوں سمجھے
کہ عرض حال بھی مقصود ہے سلام کے ساتھ

یا استاذی المحترم حضرت علامہ مختار شاہجہانپوری کا یہ شعر:۔

علاج درد کرتے یا نہ کرتے
مگر وہ پوچھ تو لیتے کہاں ہے

اعمال صالحہ

کبھی تو چاہیئے اے دوست آخرت کا خیال
کبھی تو عیش کو چھوڑ اور عمل کا وقت نکال

نہ کام آئیں گے عقبیٰ میں مال اور دولت
کہ "مال تالب گورست و بعد ازاں اعمال"

O

ذات اس کی ہے خیر محض اے دوست
رحم ہے مغز اور سزا ہے پوست

سکھ ہے نعمت تو دکھ علاج ترا
"ہرچہ از دوست میر سد نیکوست"

O

حسد سے نہ بن تو کسی کا بھی دشمن
دلائل کو دیکھ اور نشانات روشن

نہ کر سوکنوں کی طرح عیب چھنی
"پیا جس کو چاہیں وہی ہے سہاگن"

ذکر الٰہی اور اصلاحِ نفس

رکھ زباں کو ذکر سے مولا کے تر
تا زباں سے روح تک پہنچے اثر

دل بھی سیدھا کر کہیں ایسا نہ ہو
"بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر"

دلاتا ہے صدقہ بلا سے نجات
دعائیں پلاتی ہیں آب حیات

یہی دو ہیں پس مغز احکام دین
"اَقیموا الصلوٰة" و "اٰتوا الزکوٰة"

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کے کلام کا ایک مختصر سا تعارف پیش کیا ہے۔ اب ہم ان کی شخصیت کے متعلق ان کے ایک نامور شاگرد حضرت شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی کے تاثرات یہاں درج کر کے اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں:-

"استاذی المحترم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب عجیب و غریب قابل رشک شخصیت کے مالک تھے۔ وہ اگرچہ ہر لحاظ سے ایک ممتاز حیثیت اور ایک بلند شخصیت رکھتے تھے لیکن انہوں نے کبھی اپنے آپ کو کسی سے برتر خیال نہیں کیا۔ بلکہ نہایت فروتنی اور بڑی خاکساری کے ساتھ اپنی زندگی گزاری۔ ان کی صورت فرشتوں جیسی اور ان کی سیرت قابل تقلید نمونہ۔ وہ نہایت ہنس مکھ، نہایت ملنسار، نہایت خوش گفتار، نہایت بذلہ سنج اور نہایت خوش اخلاق انسان تھے۔ جو شخص ایک مرتبہ ان سے مل لیتا تھا وہ ہمیشہ کے لئے ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ ان کی باتوں میں ایسی مٹھاس اور ان کے کلام میں ایسی شیرینی تھی کہ دل بے اختیار ان کی طرف کھنچے چلے جاتے تھے۔

وہ اپنے اعلیٰ اوصاف اور بہترین عادات کے لحاظ سے سلف صالحین کا ایک بہت ہی دلکش نمونہ تھے۔ ہمدردی خلائق اور بہبودی اخوان ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ نیکی و شرافت، احسان و مروت کا وہ ایک مجسمہ تھے۔ عقل و دانش، فہم و فراست میں کے اعلیٰ مقام پر قائم تھے۔ ان کے پاس بیٹھنے اور ان کے پرحکمت کلمات سننے سے جو روحانی سرور حاصل ہوتا تھا اس کی کیفیت الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ ان کا انداز بیان نہایت دلچسپ اور ان کی گفتگو نہایت پرلطف ہوتی تھی۔ پارسائی اور پرہیزگاری ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ زہد و اتقا کی روشن کرنیں ان کے حسین چہرے سے پھوٹ پھوٹ کر نکلتی تھیں۔ طبیعت نہایت سادہ پائی تھی اور غرور و تکبر، فخر و تجبتر ان میں نام کو بھی نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت اور قرآن کریم کی محبت ان کی رگ رگ میں بھری ہوئی تھی۔ وہ جس والہانہ طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے تھے ان سے ان کی قلبی کیفیت کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔

ایک بلند پایہ انشاء پرداز، فصیح البیان مقرر، شگفتہ رقم مصنف اور ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ ان محامد کے ساتھ وہ اپنے فن میں بھی تمام پنجاب میں ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔ وہ ایک نہایت حاذق ڈاکٹر اور ماہر سرجن تھے۔ بالخصوص آنکھوں کے آپریشن میں ان کا کوئی بھی عدیل و سہیم نہ تھا۔ وہ جب تک جئے اپنے اعلیٰ اخلاق، اپنے وسیع علم اور اپنے فنی تجربہ سے خلق خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔

انہوں نے ۱۹۰۳ء سے شعر کہنے شروع کئے اور آخر وقت تک کچھ نہ کچھ لکھتے رہے۔ چوالیس برس کے اس عرصہ میں آپ نے بہت تھوڑی نظمیں کہیں مگر جو کچھ کہا بالعموم دین کی تائید، احمدیت کی حمایت، اخلاقی قدروں کی اشاعت، احباب جماعت کی نصیحت، بچوں کی تربیت، نوجوانوں کی اصلاح، اخلاق و موعظت کی اشاعت اور پند و نصائح کی ترویج کے لئے کہا۔ ان کی نظمیں خدا اور رسول اور حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کے عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی ہوتی تھیں۔ ان کا ناصحانہ اور صوفیانہ کلام بے حد دلنشیں اور مؤثر ہوتا تھا اور جب وہ سلسلہ کے اخبارات میں چھپتا تھا تو احمدی احباب نہایت ذوق و شوق سے پڑھتے تھے۔ حضرت میر صاحب کے کلام کی مقبولیت اور شہرت اندرون و بیرون ملک دور دور تک پھیل گئی تھی۔

میر صاحب کو شعر گوئی کا شوق بچپن سے تھا اور یہ شوق ان کو ورثہ میں ملا تھا۔ ان کے والد حضرت میر ناصر نواب صاحب بہت خوش گو شاعر اور شمس العلماء مولانا الطاف حسین پانی پتی کے شاگرد تھے۔ ان کی نظموں کے کئی مجموعے چھپے ہوئے موجود ہیں چنانچہ باپ سے یہ شوق بیٹے میں منتقل ہوا اور انہوں نے بڑے ہو کر ایسی نظمیں لکھیں جو احمدیہ لٹریچر میں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔

ہمارا نظامِ تعلیم اور شرح خواندگی

(مضمون نگار:۔ مکرم عبدالحلیم سحر صاحب)

تعلیم یافتہ افراد ایک بہترین معاشرہ کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہی لوگ اقوام عالم میں اپنی قوم کی پہچان بن جاتے ہیں۔ تعلیم یافتہ افراد کے حصول کے لئے بہترین اور جدید دور سے ہم آہنگ نظام تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ لازمی بات ہے جہاں لوگ زیادہ پڑھے لکھے ہوں گے تعلیم کے حصول کے مواقع زیادہ ہوں گے اور وہاں شرح خواندگی بھی بلند ہوگی۔

بد قسمتی سے ہمارا نظام تعلیم انتہائی فرسودہ ہے۔ قیام پاکستان سے اب تک اسے سدھارنے کی طرف سنجیدگی سے کوشش نہیں کی گئی۔ ہمارے ہاں منصوبے بہت بنائے گئے لیکن ان پر ایمانداری سے عمل نہیں ہوسکا۔ ہماری ناقص تعلیمی پالیسیوں کی وجہ سے آج کل نوجوان تعلیم سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ والدین کے خواب ادھورے رہ گئے ہیں۔ نوجوانوں کے پاس کتابوں کی بجائے ہتھیار ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس قوم کو بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اگر ان سے صحیح فائدہ اٹھایا جائے تو ہم عالمی سطح پر بہترین دماغ متعارف کرواسکتے ہیں۔

سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ جب ہمارا بچہ سکول جانے کی عمر کو پہنچتا ہے تو اول اسے داخلہ ہی نہیں ملتا کیونکہ اگر پرائیویٹ سکولوں کی طرف دیکھا جائے تو فیس بہت زیادہ ہے اور اگر سرکاری سکولوں سے استفادہ کے بارہ میں سوچا جائے تو وہ بہت کم ہیں اور بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

ہمارے نظام تعلیم میں نقائص کے باعث شرح خواندگی گرتی چلی جارہی ہے۔ ہمارے ہاں پڑھے لکھے افراد کی تعداد صرف ۲۶.۲ فیصد ہے۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہم جدید دور کی دوڑ میں کتنے پیچھے ہیں۔

۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق شرح خواندگی صرف ۲۶.۲ فی صد ہے۔ ان میں ۱۰٪ مرد پڑھے لکھے ہیں جب کہ ۱۶٪ خواتین خواندگی کے معیار پر پوری اترتی ہیں۔ بلوچستان کے صوبہ کے بعض علاقوں میں تو خواتین کی شرح خواندگی

صرف ۷۔۰ا فی صد ہے۔ یہ بات واضح رہے کہ یونیسکو کے فارمولے کے مطابق اب اپنا نام لکھنے اور پڑھنے والے بھی خواندہ ہیں۔ شرح خواندگی کے لحاظ سے پاکستان ایشیا کے ۲۸ ممالک میں ۲۷ ویں نمبر پر ہے۔

سری لنکا میں ۸۱.۸، ترکی میں ۷۵.۲، ملائیشیا میں ۶۹.۶، چین میں ۶۵.۵، ایران میں ۳۶.۵ اور بھارت میں خواندگی کی شرح ۴۰.۸ فی صد ہے۔

پاکستان میں تعلیم پر بجٹ مجموعی قومی پیداوار کا صرف ایک فیصد صرف کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں ہر سال تقریباً ۲۷ لاکھ بچے سکول جاتے ہیں۔ ان ۱۷ لاکھ میں سے ۶۱٪ پرائمری تعلیم بھی مکمل نہیں کرپاتے۔ ملک میں ۲۹۰۰۰ سکول بغیر عمارت کے ہیں۔ منصوبہ بندی کرتے وقت، بجٹ بناتے وقت تعلیم کے شعبہ کو ہمیشہ سے نظر انداز کیا جارہا ہے۔ باقاعدہ منصوبہ بندی کا فقدان ہے۔ نظام تعلیم کو "بوٹی مافیا" نے بہت نقصان پہنچایا ہے۔

اس سب کچھ کے باوجود کیا ہم شرح خواندگی کو قابل عزت حد تک بلند کرسکتے ہیں؟ ضرور کرسکتے ہیں۔ خدا نے اس قوم کو بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اگر تعلیم کے شعبہ میں ٹھوس منصوبہ بندی کی جائے، سکیمیں بنا کر ان کو FOLLOW UP کیا جائے، قابل اور قوم کا درد رکھنے والے اہل افراد کو اس شعبہ میں لایا جائے تو بلاشبہ ہم نظام تعلیم کو اعلیٰ منصوبہ بندی کے ذریعہ پروان چڑھا سکتے ہیں اور شرح خواندگی کو بلند کرسکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ استاد کا احترام پیدا کیا جائے۔ اسکی معاشی حالت بہتر بنائی جائے تاکہ وہ مکمل طور پر اپنے فرائض انجام دے سکے۔ ناخواندگی کو ختم کرنے کیلئے ہنگامی بنیادوں پر پروگرام بنائے جائیں۔ مجموعی قومی پیداوار کا زیادہ حصہ اس شعبہ کیلئے مخصوص کیا جائے۔ حکومتی سطح پر ایسے اقدامات کی ضرورت ہے کہ صنعت کار اور سرمایہ دار تعلیمی شعبہ سے تعاون پر رضامند ہوں۔

اساتذہ کو بیرون ملک تربیت کیلئے بھجوایا جائے۔ جدید سائنسی اور دیگر علوم کے ماہرین تیار کرکے ان سے بھرپور استفادہ کیا جائے۔ ہر سال نصاب بدلنے کی بجائے چند سالوں کے لئے ایک مربوط اور جدید نصاب متعارف کروایا جائے۔ کاروباری تعلیمی اداروں کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

دیہات میں موبائل سکول قائم کئے جائیں تاکہ ناخواندگی کی شرح کو کم کیا جاسکے۔ اس مقدس شعبہ کو سیاسی دباؤ سے آزاد کیا جائے۔ فنی اور ٹیکنیکل ریسرچ سنٹرز کا جال ملک میں پھیلایا جائے۔ پڑھے لکھے افراد کو ترغیب دی جائے کہ وہ اپنے اردگرد کے ماحول کو زیور تعلیم سے رضاکارانہ طور پر آراستہ کریں۔

ان باتوں پر اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور انہیں عملی جامہ پہنایا جائے تو ہم کافی حد تک نظام تعلیم کی خامیوں کو دور کر کے شرح خواندگی میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

مقابلہ مضمون نویسی خدام

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے شعبہ تعلیم کے تحت سہ ماہی سوم کے مقابلہ مضمون نویسی کا عنوان "ایک مثالی خادم کے اوصاف" ہے۔ مضمون ۳ تا ۵ فولزکیپ صفحات پر مشتمل ہو۔ مرکز میں اس کے پہنچنے کی آخری تاریخ ۱۵ جولائی ۱۹۹۵ء ہے۔ خدام بھائیوں سے درخواست ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس مقابلہ میں شریک ہوں۔ قائدین اور ناظمین سے بھی درخواست ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خدام سے مضامین لکھوانے کی کوشش کریں اور بروقت مرکز میں بھجوائیں۔

مطالعہ کتب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

خدام بھائیوں کے لئے ماہ مئی ۱۹۹۵ء میں مطالعہ کتب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے سلسلہ میں حضور کی کتاب تذکرۃ الشہادتین (نصف اول) مقرر کی گئی ہے۔ خدام سے درخواست ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کریں اور روحانی برکتوں سے فیضیاب ہوں۔

(مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

میٹرک کے بعد طلباء و طالبات کا مستقبل

یعنی میٹرک پاس کرنے کے بعد کیا کیا جائے

(مکرم وسیم احمد صاحب۔ لاہور)

میٹرک تعلیمی سفر کا ایک انتہائی اہم موڑ ہے۔ آئندہ زندگی میں ایک طالب علم کے مستقبل کا تعین اسی ایک موڑ سے کامیابی سے گزرنے کے بعد ہی کیا جاتا ہے۔ یعنی میٹرک پاس کرنے کے بعد ہی اس امر کا فیصلہ کیا جاتا ہے کہ ایک طالب علم آئندہ تعلیمی و معاشی لحاظ سے کون سے شعبے و پیشے سے وابستہ ہوگا۔

میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد طلبہ و طالبات انٹرمیڈیٹ کے درجے میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ انٹرمیڈیٹ کی سطح پر تعلیم کے بہت سے شعبے ہیں۔ جیسے پری میڈیکل، پری انجینیئرنگ، کامرس (آئی کام/ڈی کام) ڈپلومہ آف ایسوسی ایٹ آف انجینیئرنگ اور آرٹس کے مختلف شعبے وغیرہ۔

اس سطح پر شعبۂ تعلیم، طالب علم کے لئے معاشی لحاظ سے ایک مختلف راہ ہموار کرتا ہے۔ جس پر گامزن ہو کر وہ آئندہ زندگی میں اپنے لئے، خاندان اور معاشرہ کے لئے ایک مفید وجود بن جاتا ہے۔

طلبہ و طالبات اپنی طبعی رجحان اور شعبوں کے معاشی اطلاق کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے لئے شعبے کا انتخاب کرتے ہیں اور منتخب کردہ شعبوں میں انٹرمیڈیٹ کی سطح پر بنیادی تعلیم مکمل کرنے کے بعد گریجوایشن کی سطح پر پیشہ ورانہ تعلیم کے مراحل میں چلے جاتے ہیں۔ ان مراحل کے بعد وہ عملی زندگی میں قدم رکھنے کے اہل ہوتے ہیں۔ کامیاب عملی زندگی کا انحصار بہت سے امور پر ہے۔ جن میں دو اہم بنیادی امور درج ذیل ہیں۔

۱۔ طالب علم کے طبعی رجحان سے شعبے کی اہمیت۔

۲۔ منتخب کردہ شعبے کی حال اور مستقبل میں ECONOMIC APPLICATION۔ آپ فرض کریں کہ ایک طالب علم مزید تعلیم کے لئے کسی ایسے شعبے کا انتخاب کرلیتا ہے جس کا عملی زندگی میں معاشی اطلاق تو بہت وسیع ہے مگر اس طالب علم کا رجحان اس شعبے کی طرف نہیں ہے تو منتخب کردہ شعبے کے معاشی اطلاق کا دائرہ وسیع ہونے کے باوجود اس طالب علم کی کامیابی کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں کیونکہ اس

شعبے کی طرف طبعی رجحان نہ ہونے کے باعث محنت اور دلچسپی کا فقدان ہوتا اور محنت اور دلچسپی کے بغیر کامیابی کا حصول بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔

اور اسی طرح فرض کریں کہ ایک طالب علم مزید تعلیم کے لئے اپنے طبعی رجحان سے مطابقت کے حامل کسی ایسے شعبے کا انتخاب کرلیتا ہے جس کا عملی زندگی میں معاشی اطلاق بہت ہی محدود یا نہ ہونے کے برابر ہے تو اس شعبے میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرلینے کے باوجود وہ معاشی استحکام حاصل نہیں کر پائے گا کیونکہ روزگار کے مواقع ہی بہت کم ہوں گے۔

پس یہ بات سامنے آئی کہ اگر طبعی رجحان کے موافق شعبے کا انتخاب نہ ہو یا منتخب کردہ شعبے کی ECONOMIC APPLICATION نہ ہوں تو عملی زندگی پر خاصے منفی اثرات پڑتے ہیں۔

اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ میٹرک کے بعد طلبہ و طالبات بے مقصد تعلیم حاصل کرنے کی بجائے بامقصد تعلیم حاصل کریں۔ یعنی انٹرمیڈیٹ کی سطح پر شعبے کا انتخاب کرتے وقت مذکورہ بالا امور پر دھیان دیں کیونکہ انٹرمیڈیٹ کی سطح پر ہی منتخب کردہ شعبہ ان کی عملی زندگی کی بنیاد بنتا ہے۔

انٹرمیڈیٹ کی سطح پر شعبے کا انتخاب کرتے وقت اگر مذکورہ بالا امور کا خیال نہ رکھا جائے تو عملی زندگی میں کامیابی کے امکانات بہت محدود ہوجاتے ہیں اور تعلیم حاصل کرلینے کے باوجود معاشی استحکام مشکل ہوجاتا ہے۔

عملی زندگی میں کسی بھی شعبے کے معاشی اطلاق کے دائرہ کی وسعت کا انحصار اس شعبے میں جدید تحقیق پر ہوتا ہے۔ مروجہ شعبوں میں اگر فنی اور تکنیکی اعتبار سے مزید تحقیقات ہوتی رہیں اور نئی تحقیقات کی APPLICATION بھی ساتھ ساتھ ہوتی رہیں تو شعبے کے معاشی اطلاق کا دائرہ چھوٹا ہونے کی بجائے وقت کے ساتھ ساتھ وسیع ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس نوعیت کے حامل شعبوں کے انتخاب سے معاشی استحکام کی راہیں آسان ہوجاتی ہیں۔

میٹرک پاس کرلینے والے طلبہ و طالبات کے لئے انٹرمیڈیٹ کی سطح پر جو شعبہ جات گزشتہ طویل عرصے سے رائج ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ میڈیکل کی تعلیم کے لئے:۔ FSC پری میڈیکل

۲۔ انجینئرنگ کی تعلیم کیلئے:۔ FSC پری انجینئرنگ DAE ڈپلومہ آف ایسوسی ایٹ انجینئرنگ

۳۔ کامرس کی تعلیم کے لئے:۔ D COM/I COM

۴- شماریاتی و معاشی شعبوں کیلئے:- ایف اے (جنرل سائنس) شماریات، اکنامکس اور ریاضی کے ساتھ۔

ایف اے (آرٹس کے مضامین کے ساتھ)۔

۵- دیگر شعبوں کے لئے:- ایف اے (آرٹس کے مضامین کے ساتھ)

۶- ڈیزائننگ و پرنٹنگ وغیرہ کے شعبوں کیلئے:- ایف اے (فائن آرٹس کے مضامین کے ساتھ)

مذکورہ بالا شعبوں میں بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایک مخصوص معیار پر پورا اترنے پر ہی متعلقہ شعبے کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔ بصورت دیگر بالعموم شعبہ تبدیل کر لیا جاتا ہے۔

محکمہ تعلیم حکومت پنجاب (پنجاب بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن) نے عالمی سطح پر ترقی یافتہ ممالک میں رائج نظام تعلیم اور جدید سائنسی، فنی اور انتظامی علوم کا جائزہ لینے کے بعد ۱۹۹۳ء میں انٹر میڈیٹ کی سطح پر ایک نیا کورس "ڈپلومہ ان بزنس ایڈمنسٹریشن" کے نام سے متعارف کروایا ہے۔ مذکورہ کورس انٹر کی سطح کے لازمی مضامین کے علاوہ جدید سائنسی، فنی، تکنیکی اور انتظامی علوم پر محیط ہے۔ کورس کا ایک نہایت اہم فیچر جدید ٹیکنالوجی "کمپیوٹر" کا استعمال ہے۔

DBA (ڈپلومہ ان بزنس ایڈمنسٹریشن) کی وسیع افادیت کے پیش نظر وفاقی محکمہ تعلیم حکومت پاکستان (انٹر بورڈ کمیٹی آف چیئرمین) نے D B A کو (بذریعہ نوٹیفکیشن ۵۹۱۴/۸۴/۴۲۹-۲/IBCC) انٹر میڈیٹ کے مساوی قرار دیا ہے۔ DBA چونکہ انٹر میڈیٹ کی سطح کا کورس ہے اس لئے اس کورس میں داخلے کی اہلیت میٹرک مقرر کی گئی ہے۔ داخلے کے لئے عمر کی حد ۱۸ سال ہے لیکن بصورت زائد عمر قوانین کے مطابق مجاز اتھارٹی سے عمر میں رعایت حاصل کی جاسکتی ہے۔

ڈپلومہ ان بزنس ایڈمنسٹریشن کا امتحان فرسٹ ایئر اور سیکنڈ ایئر کی تکمیل پر پنجاب بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن لیتا ہے اور بصورت کامیابی ڈپلومہ بھی ٹیکنیکل بورڈ ہی جاری کرتا ہے۔

DBA کو چونکہ انٹر میڈیٹ کے مساوی تسلیم کیا گیا ہے اس لئے BDA کے بعد گریجوایشن کی سطح پر تعلیم (BA/B COM/BSC/BBA) کے لئے پاکستان کے تمام سرکاری، نیم سرکاری تعلیمی اداروں میں داخلہ لیا جاسکتا ہے۔

DBA کے کورس کی مدت دو سال ہے۔ (فرسٹ ایئر اور سیکنڈ ایئر) فرسٹ ایئر اور سیکنڈ ایئر کے مضامین کی تفصیل درج ذیل ہے۔

FIRST YEAR

1. English Language 2. Urdu Language
3. Islamic Studies 4. Pakistan Studies (as per syllabus of Intermediate) 5. Financial Accounting
6. Information Technology & Business Mangement
7. Computer Applications to Business I
8. Business Math & Stat

SECOND YEAR

1. English Language 2. Urdu Language
3. Islamic studies 4. Pakistan Studies (as per syllabus of Intermediate) 5. Marketing Theory & Practice
6. Principles of Economics 7. Entreprencurship (Self Employment 8. Computer Appliction to Business II
9. Project

DBA میں انٹر کے نصاب کے لازمی مضامین کے ساتھ کامرس، انتظامی اور فنی علوم کا ایک متوازن امتزاج ہے۔

نصاب میں شامل مضامین پر نظر ڈالی جائے تو انگریزی، اردو اور اسلامیات، مطالعہ پاکستان کے مضامین، فرسٹ اور سیکنڈ ایئر دنوں میں مشترک ہیں اور ان کا سلیبس وہی ہے جو ثانوی تعلیمی بورڈوں نے انٹرمیڈیٹ کے امتحان کے لئے مقرر کر رکھا ہے اور اسی طرح فنانشل اکاؤنٹنگ، اکنامکس، بزنس میتھ اور سٹیٹ کے کورسز کسی نہ کسی حوالے سے آئی کام اڈی کام سے مشترک ہیں۔ گویا DBA میں جنرل ایجوکیشن اور بزنس ایجوکیشن کے ارتباط کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ دراصل تعلیم کی کوئی بھی سطح ہو، کوئی سا شعبہ ہو، کوئی سی قسم ہو قومی و معاشی مقاصد تعلیم کو پیش نظر رکھا جانا ضروری ہوتا ہے۔ DBA کے نصاب میں اس بنیادی اصول کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔

DBA کے نصاب میں انتظامی امور اور دیگر بزنس کمپوننٹ سے متعلق مضامین بھی شامل ہیں۔

DBA کا اصل امتیاز اس میں شامل کمپیوٹر کورسز کی وجہ سے ہے۔ دور حاضر میں زندگی کے تمام

شعبوں میں کمپیوٹر کے استعمال کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ DBA کے نصاب میں کمپیوٹر کورسز کو شامل کیا جانا بہت ہی اہم ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی بھی ملک کی ترقی کا دارومدار اور انحصار معیار تعلیم پر ہے۔ معیار تعلیم جس قدر بلند ہوگا اسی قدر ملک اور قوم ترقی کریں گے۔ اس سلسلے میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔ ترقی یافتہ اقوام نے کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی بنیاد پر سائنسی اور معاشی ترقی کے نئے ریکارڈ قائم کرکے یہ واضح کردیا ہے کہ فرد، معاشرہ و قوم اور ملک کی ترقی اب کمپیوٹر کے استعمال کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں زندگی کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں کمپیوٹر ٹیکنالوجی پر انحصار نہیں کیا جاتا۔ اب تو پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں بھی کمپیوٹر ٹیکنالوجی بہت سے شعبوں میں سرایت کرچکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت پاکستان بھی کمپیوٹر لٹریسی پروگرام کے تحت کمپیوٹر کی تعلیم کو از حد اہمیت دے رہی ہے۔

DBA کے نصاب کے جائزہ کی بناء پر یہ بات کہنا بجا ہے کہ اس ڈپلومے کے ذریعے پاس کرنے والے طلبہ و طالبات کے لئے ایسی اعلیٰ تعلیم کی راہ ہموار کی گئی ہے۔ جس میں متوازن شخصی نشوونما کے مواقع بھی موجود ہوں گے۔ معاشرتی مساوات بھی حاصل ہوگی۔ اخلاقی تربیت بھی ملے گی اور پیداواری صلاحیت، معاشی علم و مہارت، جدید ٹیکنالوجی سے تعارف اور اس کے اطلاق کی قابلیت کی وجہ سے معاشی استقلال کی ضمانت بھی حاصل ہوگی۔

ہمارے نظام تعلیم پر ایک بڑا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ اس نے معاش کو مقصد تعلیم بنا کر رکھ دیا ہے اور پھر بھی یہ آدمی کو حصول معاش کے قابل نہیں بناتی۔ DBA کے نصاب پر نظر ڈالنے کے بعد اس اعتراض کا موقع نہیں رہتا۔ اس کا معاشی اطلاقی پہلو دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ فرد اور معاشرے دونوں کے لئے معاشی ترقی و استقلال کا باعث بن سکتا ہے۔ فرد اجر ہو یا اجیر DBA کی تعلیم و تربیت اس کے لئے بڑی مفید ہوگی۔

ایک عام شہری کے طور سے بھی صارف کی حیثیت سے یہ تربیت بڑی کار آمد ہوگی۔ اجتماعی اعتبار سے معاشرے میں کاروباری دنیا میں بالخصوص اور عام معاشرے میں بالعموم DBA کے ذریعے معاشی علم و مہارت اور جدید ٹیکنالوجی کے ضروری استعمال کی صلاحیت حاصل کرنے میں جوں جوں اضافہ ہوگا توں توں معاشرے میں معاشی سلیقے اور اقتصادی شعور کو فروغ ملے گا۔

DBA کے بارے میں اوپر کے اجمالی جائزے کے بعد کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے میٹرک پاس کرنے والے نوجوان اپنے طبعی رجحان کے تحت اگر میڈیکل یا انجینئرنگ کے شعبے سے وابستگی رکھتے ہیں اور اپنا معاشی مستقبل بھی مذکورہ بالا شعبوں میں ہی بنانا چاہتے ہیں تو انہیں میٹرک کے بعد مزید تعلیم کے لئے FSC (پری میڈیکل یا پری انجینئرنگ) میں داخلہ لینا چاہیئے اور اگر ایسا نہیں ہے تو کامرس، جنرل سائنس یا آرٹس وغیرہ کے مضامین میں انٹرمیڈیٹ کرنے کی بجائے انہیں اب DBA کی تعلیم حاصل کرنی چاہیئے کیونکہ DBA کرلینے کے بعد

الگ سے انٹرمیڈیٹ (ICOM/FA) وغیرہ نہیں کرنا پڑے گا اور اس کے بعد وہ BA وغیرہ میں بھی داخلے کے اہل ہوں گے۔ اس لئے کہ DBA انٹرمیڈیٹ کے مساوی ہے۔

طلبہ BCOM میں بھی داخلہ لے سکیں گے۔ اسلئے کہ DBA میں کامرس کے مضامین کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

BBA اور MBA کی لائن اختیار کی جاسکے گی۔ اس لئے کہ DBA کی اصل بنیاد بزنس مینجمنٹ کے مضامین پر ہے۔

الگ سے کمپیوٹر کورسز نہیں کرنا پڑیں گے۔ اس لئے کہ DBA میں کمپیوٹر کے استعمال کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔

اور اگر بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر مزید تعلیم نہ بھی جاری رکھ سکیں تو DBA میں شامل کمپیوٹر، کامرس اور بزنس مینجمنٹ کے کورسز کی بنیاد پر معاشی لحاظ سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی اور وہ باسانی ۵ تا ۱۰ ہزار روپے ماہوار کما سکیں گے۔ کان اللہ معکم (اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو)

واقفین نو

"دیانت اور امانت کے اعلیٰ مقام تک ان (واقفین نو) بچوں کو پہنچانا ضروری ہے"۔

"بچپن سے ایسے بچوں یعنی (واقفین نو) کے مزاج میں شگفتگی پیدا کرنی چاہیئے"۔

"خوش مزاجی اور اس کے ساتھ تحمل یعنی کسی کی بات کو برداشت کرنا، یہ دونوں صفات واقفین (نو) بچوں میں بہت ضروری ہیں"۔

رپورٹ سہ روزہ فری آئی میڈیکل کیمپ

منعقدہ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹ مارچ ۱۹۹۵ء

بمقام: ٹھٹھ چندو ضلع جھنگ

زیر انتظام: شعبہ خدمت خلق مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

شعبہ خدمت خلق مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر انتظام سہ روزہ فری آئی و میڈیکل کیمپ بتاریخ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹ مارچ ۱۹۹۵ء ٹھٹھ چندو ضلع جھنگ میں منعقد کیا گیا۔

۱۷ مارچ کو صبح ڈاکٹرز، پیرا میڈیکل سٹاف و رضاکاران شعبہ خدمت خلق کی ٹیم صبح آٹھ بجے گاؤں پہنچی۔ ٹیم نے علی الصبح عارضی آپریشن تھیٹر کے جملہ انتظام مکمل کئے اور صبح سے مریضوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس روز کیمپ میں پانچ صد کے قریب مریضوں کی آمد ہوئی۔ اس گاؤں کے افراد کے علاوہ درج ذیل قریبی ۱۸ دیہات سے بھی مریض آئے۔

چک جودھ (۲) کوٹ اسماعیل (۳) پنڈ نگریاوالا (۴) یکو والہ (۵) لودھرانوالہ (۶) کوٹ قاضی (۷) کوٹلہ رحمو (۸) کمال کے (۹) بچودانہ (۱۰) چک سیال (۱۱) جودھ (۱۲) راجے والا (۱۳) چک ۵۴ (۱۴) موڑ سیال (۱۵) مل سپرا (۱۶) سبانہ (۱۷) کانوے والا (۱۸) ٹھٹھ چندو

ان مریضوں میں سے ایک کثیر تعداد آنکھوں کی بیماری میں مبتلا مریضوں کی تھی اور ایک کثیر تعداد میں دیگر امراض کے مریض تھے۔ ڈاکٹرز کی ایک ٹیم نے آنکھوں کے مریض دیکھے اور ایک ٹیم نے دیگر مریضوں کو دیکھا اور کم و بیش ۵۰۰ کا مفت معائنہ اور مفت ادویات دی گئیں۔

ان مریضوں میں ۱۲ مریض Cataract کے آپریشن کے لئے چنے گئے اور اسی روز ان بارہ مریضوں کے آپریشن کئے گئے جو مکرم ڈاکٹر رشید محمد راشد آئی سپیشلسٹ فضل عمر ہسپتال ربوہ نے اپنی ٹیم کے دیگر ارکان کے ساتھ کئے اور پھر تین یوم تک ان مریضوں کی دیکھ بھال کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام آپریشن کامیاب ہوئے۔ اس کیمپ پر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے شعبہ خدمت خلق نے مبلغ Rs. 5000 کے اخراجات برداشت کئے جب کہ آپریشن کے لئے آلات جراحی و دیگر سامان فضل عمر ہسپتال ربوہ سے حاصل کیا گیا۔ اس کے لئے ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ مکرم

کرنل ڈاکٹر عبدالخالق صاحب خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ احسن جزاء دے۔

اس کیمپ کو دیکھنے کے لئے کینیڈا سے تشریف لائے ہوئے مہمان پروفیسر گلیڈری اور ان کی اہلیہ بھی تشریف لے گئیں اور ازحد متاثر ہوئے اور اپنے دورہ پاکستان کے دوران اس دن کو یادگار دن قرار دیا۔ انہوں نے چند گھنٹے اس کیمپ کے مناظر دیکھے۔ اور تصویر کشی کی۔ شعبہ سمعی و بصری نظارت اشاعت ربوہ کی ایک ٹیم مکرم منیر احمد بسمل صاحب نائب ناظر اشاعت کی سرکردگی میں اس کیمپ کی ویڈیو گرافی کے لئے گئی۔

مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ اور مہتمم خدمت خلق نے بھی شیخوپورہ کے دورہ سے واپسی پر ٹھٹھ چندو میں کیمپ کے جملہ انتظامات کو دیکھا اور صدر مجلس نے تمام کارکنان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

تیسرے دن مریضوں کو معائنہ کے بعد فارغ کر دیا گیا اور ۲۴ مارچ بروز جمعہ مکرم ڈاکٹر رشید محمد راشد صاحب مع ٹیم پھر ان مریضوں کو دیکھنے کے لئے ٹھٹھ چندو گئے اور ان کو مفت نظر کی عینکیں فراہم کی گئیں۔ اللہ کے فضل سے تمام ۱۲ آپریشن کامیاب ہوئے اور ان کی بینائی بحال ہوگئی۔ **(الحمد للہ علیٰ ذالک)**

علاقہ کے معززین اور لوگوں نے خدام الاحمدیہ کی اس خدمت کو بہت سراہا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور خدمت میں حصہ لینے والے تمام ڈاکٹر صاحبان اور دیگر کارکنان کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

رپورٹ خدمت خلق بر موقع عیدالفطر

شعبہ خدمت خلق مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر اہتمام ہفتہ خدمت خلق کا انعقاد ۲۵ فروری تا ۳ مارچ کیا گیا۔ اس ہفتہ میں جہاں خدمت خلق کے دیگر کاموں کو سرانجام دینے کی ہدایات دی گئیں وہاں علیحدہ طور پر عیدالفطر کی آمد کی مناسبت سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ارشادات غرباء کو عید کی خوشیوں میں شامل کرنے کے بارہ میں ایک سرکلر کی صورت میں پاکستان بھر کی مجالس کو بھجوائے گئے اور ان سے استدعا کی کہ حضور انور کے ارشادات کو عیدالفطر سے قبل خدام تک پہنچائیں اور مجالس منظم طریق پر اس پر کام کریں اور پھر عیدالفطر کے بعد مرکز رپورٹ فراہم کریں کہ:-

کتنے خدام نے عید کی خوشیوں میں غرباء کو شامل کیا۔ کتنے غرباء میں عید کے تحائف تقسیم کئے۔ کس قدر مالیت کے تحائف یا اشیاء تقسیم کی گئیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجالس نے اس پر بہت ذوق شوق سے حصہ لیا اور پاکستان کے ۳۵ اضلاع کی ۱۰۱ مجالس کی طرف سے جو رپورٹس موصول ہوئیں ہیں ان کے مطابق :-

۱۳۸۵ خدام نے عید کی خوشیوں میں غرباء کو شامل کیا۔ ۲۳۵۱ غرباء و مستحقین میں تحائف تقسیم کئے گئے۔ ایک

لاکھ چوبیس ہزار (۲۴،۰۰۰،۱) روپے مالیت کے تحائف تقسیم کئے گئے۔

خدام نے عید سے قبل راشن، کپڑے، اشیاء خوردونوش کے پیکٹ تیار کئے اور غرباء اور مستحقین کو عید مبارک کے تحفہ کے ساتھ پیش کئے۔

جماعت کے افراد اور اپنے اپنے ماحول میں غیراز جماعت افراد کو تحائف دیئے۔

جیل میں عید کے روز قیدیوں سے ملاقات اور تحائف کی رقم تقسیم کی گئی۔

مجالس نے اپنے نومبایعین بھائیوں کو بھی خصوصیت سے عید کے تحائف دیئے۔

سب سے نمایاں کام قیادت ضلع لاہور نے سرانجام دیا اور خدمت خلق برموقعہ عیدالفطر کے پروگرام میں سب اضلاع سے سبقت لے گیا۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز ان کے لئے مبارک کرے۔

مثالی کام کرنے والی مجالس درج ذیل ہیں۔

(۱) علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔ (۲) وحدت کالونی لاہور۔ (۳) اسٹیل ٹاؤن کراچی۔ (۴) محمود آباد کراچی۔ (۵) حیدر آباد شہر۔ (۶) دارالنور فیصل آباد۔ (۷) ڈیرہ غازیخان۔ (۸) دوالسیال ضلع چکوال۔ (۹) رحیم یار خان شہر۔ (۱۰) گوجرانوالہ شہر۔

درج ذیل اضلاع نے قیادت ضلع کے تحت یہ خدمت سرانجام دے کر رپورٹ دی۔

(۱) قیادت ضلع لاہور۔ (۲) قیادت ضلع چکوال۔ (۳) قیادت ضلع کراچی۔ (۴) قیادت ضلع عمرکوٹ سندھ۔ (۵) قیادت ضلع گوجرانوالہ۔ (۶) قیادت ضلع بھکر۔

قیادت علاقہ بہاولپور نے بھی خدمت خلق برموقع عیدالفطر میں حصہ لیا اور مرکز کو اپنی کارکردگی کی رپورٹ بھجوائی۔

درج ذیل اضلاع کی مجالس نے اس کام میں حصہ لیا۔

(۱) کراچی۔ (۲) عمر کوٹ۔ (۳) میرپور خاص سندھ۔ (۴) حیدرآباد۔ (۵) نواب شاہ۔ (۶) سانگھڑ۔ (۷) گوجرانوالہ۔ (۸) گجرات۔ (۹) منڈی بہاؤالدین۔ (۱۰) فیصل آباد۔ (۱۱) جھنگ۔ (۱۲) ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ (۱۳) شیخوپورہ۔ (۱۴) سرگودھا۔ (۱۵) خوشاب۔ (۱۶) بھکر۔ (۱۷) نارووال۔ (۱۸) سیالکوٹ۔ (۱۹) حافظ آباد۔ (۲۰) جہلم۔ (۲۱) اوکاڑہ۔ (۲۲) خانیوال۔ (۲۳) لیہ۔ (۲۴) ملتان۔ (۲۵) لودھراں۔ (۲۶) بہاولپور۔ (۲۷) بہاولنگر۔ (۲۸) مظفر گڑھ۔ (۲۹) کوٹلی آزاد کشمیر۔ (۳۰) ڈیرہ غازیخان۔ (۳۱) چکوال۔ (۳۲) راولپنڈی۔ (۳۳) اسلام آباد۔ (۳۴) مانسہرہ۔ (۳۵) لاہور۔

اللہ تعالیٰ ان تمام مجالس، اضلاع کے قائدین و کارکنان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور حصہ لینے والے خدام کو احسن جزاء دے۔ آمین۔

(عبدالخالق خالد۔ مہتمم خدمت خلق۔ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

اعلانِ ولادت

برادرم مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب معاون صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے بیٹے سے نوازا ہے۔

نومولود کا نام حضرت صاحب نے ازراہِ شفقت توصیف احمد تجویز فرمایا ہے۔ نومولود چوہدری نواب خان صاحب (مرحوم) آف مرالہ ضلع منڈی بہاؤالدین کا پوتا اور چوہدری غلام باری باجوہ صاحب (مرحوم) آف چونڈہ، دارالبرکات ربوہ کا نواسہ ہے۔

دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت و عافیت والی لمبی عمر دے اور دین کا خادم بنائے۔ آمین

(ایڈیٹر)

مقابلہ بین العلاقہ

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

حُسنِ کارکردگی کی بناء پر مقابلہ بین العلاقہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ۹۴-۱۹۹۳ء میں

اوّل ۔ قیادت علاقہ سندھ

دوم ۔ قیادت علاقہ لاہور

سوم ۔ قیادت علاقہ حیدر آباد

قرار پائی ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ اعزاز اُن کے لیئے مبارک کرے ۔ آمین

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

تقریب شادی

مکرم راجہ محمد اکبر صاحب اقبال (کارکن مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان) ولد مکرم راجہ محمد حسین صاحب محلہ باب الابواب ربوہ کا نکاح مورخہ ۹ ر اپریل ۹۵ء کو محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور نے دس ہزار روپے حق مہر پر بیت المبارک میں محترمہ احسنت النساء صاحبہ بنت مکرم ماسٹر عبد الغنی صاحب تراڑکھل ضلع پونچھ آزاد کشمیر کے ساتھ پڑھا ۔ مورخہ ۲۰ ر اپریل ۹۵ء کو شادی عمل میں آئی ۔ اور مورخہ ۲۱ ر اپریل ۹۵ء کو دعوتِ ولیمہ میں کارکنان اور عہدیداران مجلس خدام الاحمدیہ کے علاوہ کثیر تعداد میں احباب نے شرکت کی ۔

احباب جماعت سے رشتہ کے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کے لیئے دُعا کی درخواست ہے ۔

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)
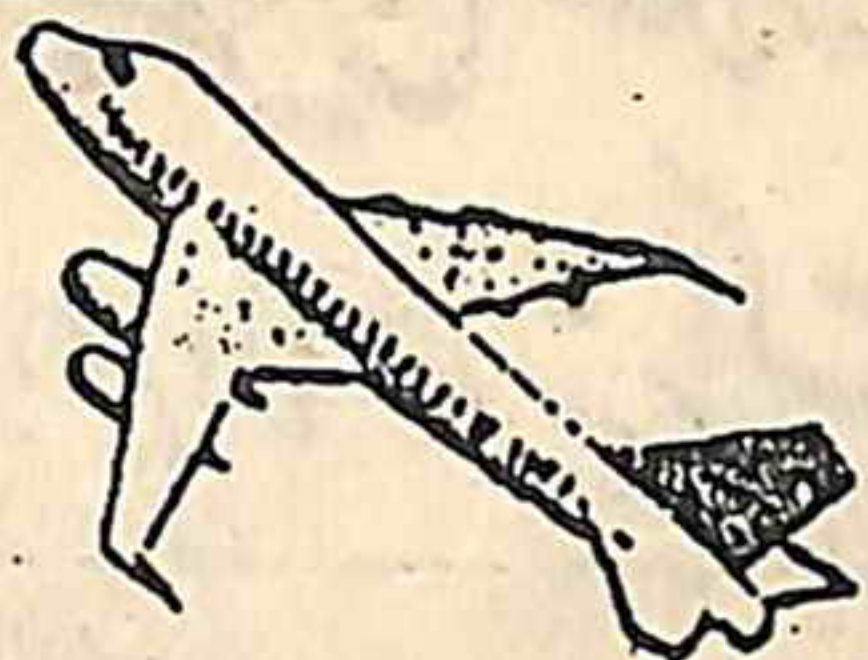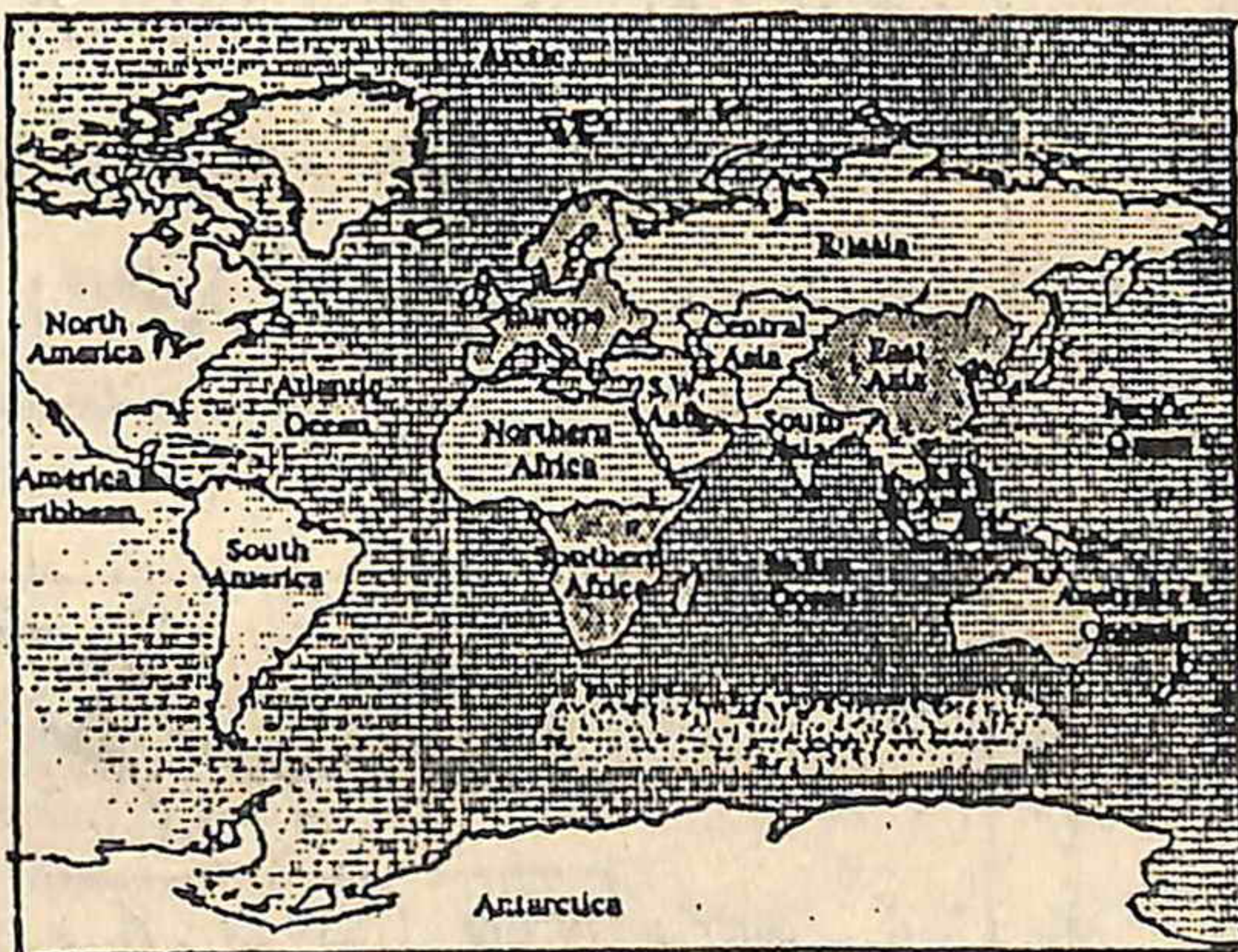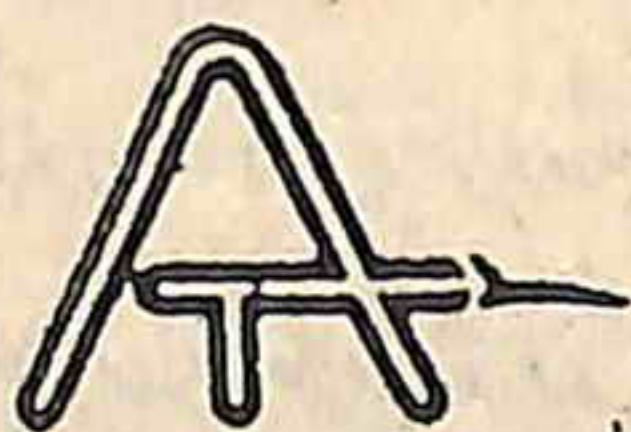
Monthly **Khalid** Rabwah

Digitized By Khilafat Library Rabwah

REGD. NO. L5830 | Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz | MAY 1995